COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

نیا مکتبہ اقرأ

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

انسانی سر والا چمگادڑ

اے۔ حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

قیمت: ۷/۵۰ روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں
بار اول

ناشر: نیا مکتبہ اقرا، ۱۳ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو!

عنبر روم کے بادشاہوں کے دور میں پہنچ کر دریائے اردن کے کنارے جوڈیا کے ظالم رومن گورنر کی سنگ دل بدمزاج بیٹی سلومی کے پاس جاتا ہے جس نے حکم دیا کہ نیک دل یوحنا بزرگ کا سر کاٹ کر لایا جائے۔ عنبر اسے اس فیصلے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ دانت پیس کر کہتی ہے کہ مجھے یوحنا کا سر چاہیئے۔ اور وہ عنبر کو ہی اس بزرگ انسان کا سر کاٹ کر لانے کا حکم دیتی ہے۔ عنبر اتنے عظیم انسان کا سر نہیں کاٹ سکتا۔ مگر ایک روز یوحنا کا کٹا ہوا سر طشت میں رکھ کر شہزادی سلومی کے پاس لے آتا ہے۔ سلومی بڑی خوش ہوتی ہے اور خوشی سے سرٹ کر اپنے باپ کے پاس جاتی ہے اور کہتی ہے دیکھو میں کس کا سر لائی ہوں اور سلومی طشت پر سے کپڑا اٹھا دیتی ہے۔ بادشاہ اور سلومی دونوں کی چیخیں نکل جاتی ہیں۔ طشت میں کس کا سر تھا؟

یہ آپ خود پڑھ لیں گے۔ اب جلدی سے ورق الٹ کر پڑھنا شروع کر دیں۔

آپ کا انکل
اے حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب:

- شہزادی سلومی کی ناپاک سازش
- انسانی سر والا چمگادڑ
- ایک آنکھ والا عفریت
- شاہی قیدی کا فرار
- کالی بلی کی چیخ
- حبشی قاتل کی کھوپڑی

شہزادی سلومی کی ناپاک سازش

دریا پہ آ کر عنبر نے چاروں طرف دیکھا۔

اسے یوحنا کہیں دکھائی نہ دیا۔ آواز دریا کی طرف سے ہی آئی تھی۔ پھر اسے رات کے بڑھتے ہوئے اندھیرے میں دو آدمی اپنی طرف بڑھتے دکھائی دیئے۔ انہوں نے فلسطینی یہودیوں کے لباس پہن رکھے تھے۔ کالی لمبی عبائیں تھیں اور سر پہ رومال بندھے تھے۔ وہ بھی یوحنا کی آواز سن کر ان کا دیدار کرنے آئے تھے۔ عنبر نے بتایا کہ میں بھی اس کی تلاش میں ہوں۔ ایک آدمی نے گہرا سانس بھر کر کہا۔

"وہ بہت کم کسی کو نظر آتا ہے اس کی آواز کبھی دریا کی طرف سے سنائی دیتی ہے اور پھر اچانک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ڈور سے آتی سنائی دیتی ہے۔ کسی وقت وہ اچانک بستی میں نکل آتا ہے۔ لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ کبھی کسی شخص کو نہیں دیکھا گیا۔ وہ ہمیشہ اکیلا ہوتا ہے۔"

عنبر نے پوچھا۔ "جوڈیا کا بادشاہ ہیروڈ اس کے خلاف ہے کیا؟"

دوسرا یہودی کہنے لگا: "ہاں — یوحنّا بادشاہ ہیروڈ کے ظلم کے خلاف بولتا ہے اس لئے بادشاہ اسے پسند نہیں کرتا مگر اس کی بیٹی شہزادی سلومی نبی یوحنّا کو پسند کرتی ہے۔"

عنبر نے کہا، "شاید اسی وجہ سے بادشاہ ہیروڈ نبی یوحنّا پر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔"

پہلا یہودی کہنے لگا "ہاں — مگر آخر وہ کب تک دیکھے گا۔ نبی یوحنّا اپنی تقریروں میں بادشاہ کے ظلم و ستم کے خلاف آگ اُگلتا ہے۔"

دوسرا یہودی بولا۔ "تم دیکھ لینا۔ ایک نہ ایک دن وہ یوحنّا کو ضرور قتل کروا دے گا۔"

پہلے یہودی نے کہا، "یہ رومن بادشاہ بڑے ظالم ہیں۔"

اس کے بعد دونوں یہودی بستی کی طرف چلے گئے اور اندھیرے میں گم ہو گئے۔ عنبر دریا کے کنارے ٹہلنے اور سوچنے لگا۔ کہ اب اسے کیا کرنا چاہیئے اور وہ کہاں جائے؛ وہ ناگ ماریا اور کیٹی سے بہت آگے کے زمانے میں نکل آیا تھا۔ خدا جانے اب ان سے کب ملاقات ہوتی ہے۔

رات کا اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ دریا کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں کھجوروں کے جھنڈ دور تک چلے گئے تھے۔ عنبر ایک جھنڈ میں آ کر بیٹھ گیا۔ دریا کا پاٹ زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ ایک بڑی نہر کی طرح لگتا تھا مٹیالا پانی رات کی تاریکی میں خاموشی سے بہہ رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

اچانک عنبر کو دریا کے کنارے پر کچھ فاصلے پر ایک جگہ روشنی نظر آئی۔ اس نے غور سے دیکھا ٹیلے کے دامن میں کسی نے آگ روشن کی تھی۔

عنبر نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ آگ یوحنّا نبی نے روشن کی ہو۔ وہ اس سے ضرور ملنا چاہتا تھا۔ وہ اٹھا اور آگ کی روشنی کی طرف چلنے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ نبی یوحنّا تنہائی میں رہنا زیادہ پسند کرتا ہے اس لئے وہ سامنے کی طرف

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے جانے کی بجائے ٹیلے کے پیچھے کی طرف نکل آیا ٹیلے پر چڑھ کر اس نے نیچے دیکھا کہ وہی نیلی آنکھوں اور سنہرے لمبے بالوں والا یوحنا بنی ہرن کی کھال پہنے اپنی لاٹھی ریت میں گاڑھے آگ کے چھوٹے سے الاؤ کے آگے آلتی پالتی مارے خاموش بیٹھا تھا۔

عین اس وقت دو گھوڑ سوار سیاہ لبادوں میں ملبوس گھوڑے دوڑاتے صحرا کی طرف سے آئے اور ٹیلے سے کچھ دور رک گئے۔ ایک گھوڑ سوار اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ اور دوسرا بنی یوحنا کی طرف بڑھا۔ یوحنا اپنی جگہ پر اسی طرح خاموش بیٹھا رہا۔ عنبر نے دیکھا کہ قریب آ کر اس اجنبی گھوڑ سوار نے اپنے سر پر سے کالا کپڑا اتار دیا۔

عنبر نے دیکھا کہ آگ کے الاؤ کی روشنی میں یوحنا بنی کے سامنے ایک انتہائی حسین و جمیل عورت کھڑی مسکرا رہی تھی۔ اس کے بالوں کا رنگ سونے کی طرح تھا اور بلوریں آنکھوں سے روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ اس کے کانوں میں سرخ یاقوت تھے اور گلے میں بے حد قیمتی ہیروں کی مالا تھی۔ یہ کوئی شہزادی معلوم ہو رہی تھی۔ کہیں یہ شہزادی سلومی تو نہیں ہے؟ عنبر کو خیال آیا۔

اتنے میں یوحنا بنی کی باوقار آواز بلند ہوئی۔

"شہزادی سلومی! تم اپنے باپ بادشاہ ہیرود کو جا کر سمجھاؤ کہ وہ لوگوں پر ظلم کرنے سے باز آ جائے اور خدا کے آگے اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔"

عنبر کا اندازہ صحیح نکلا۔ یہ شہزادی سلومی ہی تھی اور رات کے اندھیرے میں ایک محافظ کے ساتھ محل سے نکل کر بنی یوحنا سے ملنے آئی تھی۔ شہزادی سلومی کے ہونٹوں پر عجیب سی پراسرار مسکراہٹ نمودار ہوئی اس نے کہا۔

"یوحنا! میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔ میرے شاہی محل میں چلو۔ غسل کر کے نئے شاہی کپڑے پہنو۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

بنی یوحنا یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے لاٹھی اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے بلند کرتے ہوئے بولا۔

"اے گناہگار عورت تو مجھے سیدھے راستے سے نہیں بھٹکا سکتی۔ مجھے تمہارے سنہری بالوں میں سانپوں کے گچھے الجھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تیرا چہرہ ایک زرد مردہ عورت کا چہرہ ہے جو کسی مقبرے کے گنبد میں سے جھانک رہا ہو۔ تو جہاں سے آئی ہے وہیں واپس چلی جا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

شہزادی سلومی نے کہا۔ "یوحنا! میری پیشکش کو تو نے ٹھکرا دیا تو اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔"

نبی یوحنا نے کہا۔ "میرا انجام کیا ہوگا؟ میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں۔ لیکن میں تجھے تیرے انجام سے ڈراتا ہوں۔ واپس چلی جا اور اپنے باپ کو رعایا پر ظلم کرنے سے روک۔ اسے بتا کہ ظالم بادشاہوں کے سر ایک روز کاٹ کر شہر کے دروازوں میں لٹکا دیئے جاتے ہیں۔"

سلومی بولی: "لیکن میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

یوحنا نے گرجدار آواز میں کہا۔

"خبردار! اس سے آگے ایک لفظ نہ تمہاری زبان سے نکلے۔ واپس چلی جا۔ نہیں تو میں تمہیں اسی جگہ آگ میں جلا کر بھسم کر دوں گا۔"

شہزادی سلومی کو بھی غصہ آگیا۔ اس نے پاؤں پٹخ کر کہا۔

"تم نے شہزادی سلومی کی پیشکش ٹھکرا کر اس کی توہین کی ہے۔ تمہیں اس توہین کی سزا ملے گی کہ تاریخ اسے یاد رکھے گی۔"

یہ کہہ کر سلومی غصے میں پھنکارتی ہوئی واپس اپنے

محافظ گھوڑے سوار کے پاس چلی گئی اور پھر وہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر صحرا کے اندھیرے میں گم ہو گئے۔

عنبر ٹیلے پر بیٹھا یہ سارا ڈرامہ دیکھ رہا تھا۔ شہزادی سلومی کے جانے کے بعد نبی یوحنا آگ کے الاؤ کے پاس کھڑا خاموش نگاہوں سے شعلوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کر کہا۔

"اے میرے رب! تو گواہ رہنا۔ میں تیرے سیدھے راستے سے نہیں بھٹکا۔ میں لوگوں تک تیرا پیغام پہنچانے آیا ہوں اور یہی میری زندگی کا مقصد ہے۔ دنیا کی دولت شاہی محل کے عیش و عشرت مجھے سیدھے راستے سے نہیں ہٹا سکتے۔"

عنبر کچھ بولنے ہی والا تھا کہ نبی یوحنا ایک طرف کو چل پڑا۔ عنبر جلدی سے ٹیلے سے اتر کر نیچے آیا۔ اس وقت تک یوحنا اندھیرے میں غائب ہو چکا تھا۔ عنبر نے صحرائی ٹیلوں میں اسے ہر جگہ تلاش کیا۔ مگر وہ اُسے کہیں نہ ملا۔

عنبر واپس آکر ٹیلے کے دامن میں آگ کے بجھتے ہوئے الاؤ کے پاس بیٹھ کر سوچنے لگا کہ ان یہودیوں نے ٹھیک کہا تھا کہ شہزادی سلومی نبی یوحنا سے محبت کرتی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ مگر یوحنا بنی نے سلومی کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا اور وہ اسے انتقام کی دھمکی دے کر گئی تھی۔

وہ بنی یوحنا سے ضرور انتقام لے گی۔ عنبر نے فیصلہ کر لیا کہ وہ بنی یوحنا کو سلومی کے انتقام سے بچائے گا۔ عنبر صبح ہونے تک وہیں صحرا میں دریا کے کنارے گھومتا پھرتا رہا۔ جب سورج کی روشنی میں دریا کے پار جوڈیا کے شہر کے گنبد و مینار چمکنے لگے تو وہ دریا پار کر کے شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ عنبر کو معلوم نہ تھا کہ اسے کسی جرم میں موت کی سزا دی گئی تھی۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے کس جرم میں موت کی سزا دی گئی تھی۔

شہر کا دروازہ کھلا تھا۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ جیسے ہی عنبر دروازے میں داخل ہوا اسے سپاہیوں نے پکڑ لیا۔

یہ تو وہی قبطی ہے جس کو بادشاہ کی طرف سے جاسوسی کے الزام میں موت کی سزا دی گئی تھی۔

"ارے! یہ بچ کیسے گیا؟"

"اسے پکڑ کر قتل کر دو۔ ابھی قتل کر دو"

قبطی قدیم زمانے میں مصر کے رہنے والوں کو کہا جاتا تھا۔ عنبر کو پکڑ کر شہر کے دروازے کی چھت پر لے جایا گیا

اور ایک سپاہی نے تلوار نکال کر اس کی گردن پر زور سے ہاتھ مارا۔ لیکن وہی ہوا جس کی عنبر کو توقع تھی۔ تلوار ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ دوسرے سپاہی نے آگے بڑھ کر عنبر کی گردن کو دیکھا کہ اس نے کہیں گردن کے گرد لوہے کا پٹہ تو نہیں چڑھا رکھا۔ مگر اس کی گردن بالکل ننگی تھی۔ اب اس سپاہی نے دوبارہ وار کیا۔ اس بار بھی تلوار ٹوٹ گئی۔

اب تو سپاہی گھبرائے کہ یہ کیا ہے۔ عنبر نے کہا۔

"تم مجھے قتل نہیں کر سکو گے۔ ابھی دنیا میں وہ تلوار نہیں بنائی گئی جو میری گردن کاٹے۔"

سپاہی نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا تم کوئی جادوگر ہو؟"

عنبر نے کہا "ہاں۔ تم یہی سمجھ لو کہ میں جادوگر ہوں۔ قبطی ضرور ہوں مگر جاسوس نہیں ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد سارے شہر میں شور مچ گیا کہ ایک جس قبطی جاسوس کو بادشاہ کے حکم سے پھانسی کی سزا دی گئی تھی وہ بچ گیا ہے۔ اور اس کی گردن پر تلوار اثر نہیں کرتی وہ کوئی زبردست جادوگر ہے۔ جب یہ خبر شاہی محل میں پہنچی تو رومن بادشاہ ہیروڈ نے عنبر کو اپنے کمرے میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

طلب کیا عنبر کو زنجیروں میں جکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔

بادشاہ نے سپاہیوں کو باہر بھیج دیا۔ اس وقت بادشاہ کے پاس اس کی بیٹی شہزادی سلومی بھی موجود تھی۔ بادشاہ نے کہا۔

"کون ہو؟"

عنبر نے کہا۔ "میرا نام عنبر ہے بادشاہ سلامت میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ مگر جاسوس نہیں ہوں۔ جڑی بوٹیوں کی تلاش میں آپ کے شہر میں آیا تھا کہ سپاہیوں نے جاسوس سمجھ کر پکڑ لیا۔"

بادشاہ نے کہا۔ "مگر تمہیں تو موت کی سزا دی گئی تھی تم کیسے بچ گئے۔ کیا تم کوئی جادوگر ہو؟"

عنبر بولا۔ "آپ یہی سمجھ لیں حضور کہ میں جادوگر ہوں اور مجھ پر کوئی تیر تلوار نیزہ اثر نہیں کرتا۔"

بادشاہ اور سلومی حیرت سے عنبر کو تکنے لگے۔ سلومی نے پوچھا۔

"کیا تم اپنے جادو کا کوئی نمونہ دکھا سکتے ہو؟"

عنبر نے کہا: جی ہاں شہزادی صاحبہ۔ آپ میری طرف دیکھتی رہیں۔"

اور عنبر نے بادشاہ ہیروڈ اور شہزادی سلومی کے دیکھتے دیکھتے جسم کو ایک ہلکا سا جھٹکا دیا اور اس کے جسم سے بندھی ہوئی ساری زنجیریں ٹوٹ کر فرش پر گر پڑیں۔ بادشاہ اور سلومی دنگ رہ گئے۔ بادشاہ نے اپنے پلنگ کے پیچھے لٹکا ہوا تیر کمان اٹھایا کمان پر تیر چڑھایا اور عنبر کے سینے کا نشانہ لے کر چلا دیا۔ تیر سُن کی آواز کے ساتھ عنبر کے سینے پر آ کر لگا اور ٹیڑھا ہو کر نیچے گر پڑا۔ بادشاہ نے دوسرا اور پھر تیسرا تیر چلایا۔ وہ بھی عنبر کے پتھر ایسے جسم سے ٹکرا ٹکرا کر دوہرے ہو کر نیچے گرتے چلے گئے۔

اب تو بادشاہ اور شہزادی سلومی کو کوئی شک نہ رہا کہ یہ شخص کوئی بہت بڑا جادوگر ہے۔ بادشاہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم جادوگر ہو اور جادوگر اس ملک میں بہت پھرتے ہیں۔ تم میرے ملک سے نکل جاؤ اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔"

شہزادی سلومی نے کہا۔

"نہیں ابا جان ہم اس جادوگر نوجوان کو دیس نکالا نہیں دیں گے۔ میں اسے اپنا غلام بنا کر اپنے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پاس رکھوں گی۔"

بادشاہ نے کہا۔" مگر بیٹی ....."

سلومی نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔"

نہیں ابا جان! میں کچھ نہیں جانتی۔ یہ میری خواہش ہے کہ اس جادوگر کو اپنے محل کے غلاموں میں شامل کر لوں۔"

بادشاہ ہیروڈ نے سر ہلا کر کہا۔

" ٹھیک ہے بیٹی۔ جیسے تمہاری مرضی۔ مگر اس کو اتنی اجازت نہیں دی جائے گی کہ یہ اپنے جادو کے کرشمے دکھاتا پھرے۔ اور اس کی جادوگری کا راز بھی شاہی محل کے اندر ہی رہے گا۔ لے جاؤ اسے"

شہزادی سلومی نے عنبر کو اشارہ کیا۔ عنبر دروازے کی طرف بڑھا۔ شہزادی سلومی اس کے پیچھے پیچھے بڑی شان سے چلتی عنبر کو اپنے کمرہ خاص میں لے گئی۔ اس نے عنبر کو پینے کے لئے شربت دیا اور کہا۔

تم میرے محل کی چھت والے کمرے میں رہو گے۔ دن وہیں بسر کرو۔ جب رات ہو گی تو میں تمہارے پاس آؤں گی۔ تمہیں میرا ایک خاص کام کرنا ہو گا۔

عنبر نے ادب سے کہا۔" جو حکم شہزادی صاحبہ!"

اور محل کی چھت پر اپنی کوٹھڑی میں آ گیا۔ یہ کوٹھڑی محل کی دیوار کے اوپر بارہ دری کی شکل میں بنی ہوئی تھی۔ عنبر جانتا تھا کہ شہزادی سلومی اس سے کیا کام لینا چاہتی ہے۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو شہزادی سلومی اس کی کوٹھڑی میں آ گئی۔ عنبر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ سلومی نے اسے کہا۔

"میں جانتی ہوں تم ایک جادوگر ہو اور ایسے جادوگر کہ جس پر موت اپنا سایہ نہیں ڈال سکتی۔ اگر تم میرا ایک کام کر دو تو میں تمہارے ساتھ شادی کر لوں گی اور پھر ہم بادشاہ ہیروڈ کی جگہ اس ملک کے شاہی تخت پر بادشاہ اور ملکہ بن کر حکومت کریں گے۔"

یہ ایک بہت بڑا لالچ تھا جو شہزادی سلومی کسی کو دے سکتی تھی۔

عنبر نے کہا۔" شہزادی صاحبہ! آپ مجھے کام بتائیں کہ کیا ہے۔ میں آپ کا ہر حکم پورا کروں گا۔"

شہزادی سلومی نے مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا۔

اگر تم میرا یہ کام کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ تم سے شادی کر لوں گی۔ اور تم اس ملک کے بادشاہ بن جاؤ گے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے دوبارہ کہا۔ "شہزادی سلومی! مجھے کیا کام کرنا ہوگا؟"

اب شہزادی سلومی نے عنبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ دیوار گیر میں جلتی شمع کی روشنی میں سلومی کی خوبصورت آنکھیں مکار بلّی کی طرح چمک رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ "سنو غور سے سنو! ہمارے شہر میں جوڈیا میں ایک شخص پھرتا ہے جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے اس کا نام یوحنا ہے۔"

عنبر سمجھ گیا کہ شہزادی آگے کیا کہنا چاہتی ہے۔ مگر اس نے کوئی بے تابی نہ دکھائی اور خاموش کھڑا رہا۔ شہزادی سلومی نے کہا۔

"مجھے اس نبی یوحنا کا سر چاہیئے۔"

عنبر چونک پڑا۔ اسے یہ امید نہیں تھی کہ شہزادی سلومی اس نیک انسان کا سر طلب کرے گی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ یہ کہے گی کہ کسی طرح اس کے پاس جاؤں اور اسے اپنے جادو کے ذریعے شاہی محل میں آنے پر راضی کرو تاکہ —— وہ اس کی مدد سے شاہی تخت پر قبضہ حاصل کر سکے۔ کیونکہ عنبر کو سلومی نے جو شادی کی پیشکش کی تھی وہ جانتا تھا کہ یہ اس کی چال ہے اور وہ نبی یوحنا سے

محبت کرتی ہے اور اسے حاصل کرنے کے بعد عنبر کو محل سے نکال دے گی۔ مگر وہ تو نبی یوحنا کا سر مانگ رہی تھی۔ شہزادی سلومی نے عنبر کو خاموش دیکھ کر کہا۔

"کیا تم نبی یوحنا کا سر کاٹ کر لانے پر تیار نہیں ہو؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ مجھ سے شادی کر کے اس ملک کے تخت پر بادشاہ بن کر میرے ساتھ بیٹھو"؟

عنبر نے کہا۔ "کیوں نہیں شہزادی صاحبہ! میں ضرور چاہتا ہوں۔ ضرور چاہتا ہوں۔"

سلومی بولی۔ "تو پھر ابھی جاؤ۔ وہ صحراؤں میں کسی جگہ بھٹکتا پھر رہا ہوگا۔ مجھے اس کی گردن کاٹ کر لا دو۔ میں اس کا سر دیکھنا چاہتی ہوں۔ تمہیں یہ کام اس لئے دیا گیا ہے کہ تم ایک زبردست جادوگر ہو۔ موت کا ہاتھ تمہارے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر نبی یوحنا نے کوئی کرامت دکھائی اور تم پر اپنا جادو کیا تو تم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

شہزادی سلومی نے اپنی سیاہ عبا کے اندر سے ایک چمکتا ہوا خنجر نکال کر عنبر کو دیا اور کہا۔

"یہ لو خنجر اور ابھی صحرا میں جاکر یوحنا کی گردن کاٹ کر میرے سامنے پیش کرو۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے خنجر پکڑ لیا اور کہا۔ "جو حکم شہزادی صاحبہ"
شہزادی نے مسکرا کر عنبر کی طرف دیکھا اور اس کی کوٹھڑی سے باہر نکل گئی۔ عنبر جان گیا تھا کہ نبی یوحنا نے شہزادی سلومی کے ساتھ شادی کرنے سے جو انکار کیا تھا۔ وہ اس کا بدلہ لینا چاہتی ہے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اگر وہ یوحنا کا سر کاٹ کر نہ لایا جیسا کہ وہ نہیں لا سکتا تھا، تو سلومی کسی دوسرے غلام کے ذریعے کوئی سازش کر کے اس کا سر حاصل کرے گی۔ یوحنا بھولا بھالا انسان ہے۔ ہو سکتا ہے وہ سلومی کی سازش کا شکار ہو جائے۔ عنبر نے فیصلہ کیا کہ وہ جس طرح بھی ہو گا یوحنا کو جا کر شہزادی سلومی کے ناپاک ارادے سے آگاہ کرے گا۔ اور اسے شہر سے دور چلے جانے کو کہے گا۔

یہ سوچ کر عنبر سلومی کے محل سے گھوڑے پر بیٹھ کر نکلا اور رات کے اندھیرے میں صحرا کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ساری رات نبی یوحنا کو تلاش کرتا رہا۔ مگر وہ اسے کہیں نہ ملا۔ جب سورج نکلا تو عنبر دریا کے کنارے گھوڑے پر سوار مشرق کی خشک پہاڑیوں کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی نگاہ یوحنا پر پڑی۔ وہ دریا کنارے کھڑا ابھرتے ہوئے سورج کی طرف دیکھ رہا تھا۔

عنبر گھوڑا دوڑاتا اس کے پاس پہنچا۔ گھوڑے سے اتر کر قریب آیا۔ اسے ادب سے سلام کیا۔ یوحنا نبی نے عنبر کی طرف دیکھے بغیر کہا:

"میں جانتا ہوں شہزادی سلومی نے تمہیں میرا سر کاٹ کر لانے کے لئے بھیجا ہے۔"

عنبر اپنی جگہ پر لرز گیا۔ اس نے کہا۔

"مگر اے خدا کے نیک بندے میں آپ کا سر کاٹنے نہیں آیا ہوں۔ کہ شہزادی سلومی آپ کی جان کی دشمن بن گئی ہے وہ آپ کا کٹا ہوا سر دیکھنا چاہتی ہے اس لئے آپ اس ملک کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔"

یوحنا نے باوقار آواز میں کہا۔

"ہمیں خدا کی طرف سے حکم ملا ہے کہ اسی بستی میں رہ کر لوگوں کو برے کاموں سے بچنے کی ہدایت کریں۔ ہم یہ بستی نہیں چھوڑیں گے۔"

عنبر نے کہا۔ "مگر شہزادی سلومی آپ کی دشمن بن چکی ہے وہ آپ سے کوئی انتقام لینا چاہتی ہے۔"

یوحنا نے کہا۔ "ہم جانتے ہیں وہ ہم سے کس بات کا انتقام لے رہی ہے اور تم بھی جانتے ہو۔ کیونکہ جس رات شہزادی سلومی نے ہمیں شادی کے لئے کہا تھا۔ اس رات

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تم بھی ٹیلے کے اوپر چھپے ہوئے تھے۔"

عنبر یوحنّا کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ یہ شخص واقعی خدا کا نیک بندہ تھا اور اسے سب حال معلوم تھا۔ عنبر نے کہا۔

"حضور میں آپ کو شہزادی سلومی کے انتقام سے بچانا چاہتا ہوں۔ آپ کی زندگی لوگوں کے لئے بہت ضروری ہے۔"

یوحنّا نے کہا۔ "ہماری زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے شہزادی سلومی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ لیکن ہم شہزادی سلومی کی خواہش بھی پوری کریں گے۔"

عنبر کانپ اٹھا۔ "حضور! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

یوحنّا بولا۔ "میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

یوحنّا ایک طرف چلنے لگا۔ چند قدموں کے فاصلے پر ایک جھونپڑا پڑا تھا۔ جھونپڑے کا دروازہ کھلا تھا یوحنّا نے عنبر کی طرف پلٹ کر دیکھا اور کہا۔

"عنبر! میں اس جھونپڑی میں داخل ہو رہا ہوں تم تھوڑی دیر بعد جھونپڑی میں آ جانا اور میرا کٹا ہوا سر اٹھا کر شہزادی سلومی کے پاس لے جانا۔"

عنبر چیخ پڑا۔ "نہیں نہیں یوحنّا! تم خدا کے برگزیدہ بندے ہو۔ میں ایسا نہیں کروں گا۔"

یوحنّا گہری نظروں سے عنبر کو دیکھا اور جلال بھری آواز میں کہا۔

"تم خدا کے منشاء کو نہیں ٹال سکتے۔ خبردار جو تم نے خداوند تعالےٰ کے کام میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی جیسا میں نے تمہیں کہا ہے ویسا ہی کرنا۔"

اور یوحنّا جھونپڑی میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد جھونپڑی سے آواز آئی۔

"اندر آ جاؤ عنبر اور جیسا میں نے کہا ہے ویسا کرو۔"

عنبر جھونپڑی میں آیا تو دیکھا کہ وہاں دیا جل رہا۔ اور اس کی روشنی میں یوحنّا کا ایک طرف دھڑ اور ایک طرف کٹا ہوا سر پڑا تھا۔ سر کی آنکھیں بند تھیں۔ عنبر کے کانوں میں ایک بار پھر یوحنّا کی آواز آئی۔

"میرا سر اٹھا کر تھیلے میں ڈالو اور اسے شہزادی سلومی کے پاس لے جاؤ۔"

پھر کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ عنبر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ مگر یوحنّا کی ہدایت کو بجا لانا بھی ضروری تھا۔ اس کا حکم تھا کہ جابیا میں کہوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ویسے ہی کرو۔ عنبر نے یوحنا کا کٹا ہوا سر اٹھایا جھونپڑی سے باہر نکل کر اسے تھیلے میں ڈالا اور گھوڑے پر سوار ہو کر واپس محل کی طرف چل پڑا۔

جب وہ شہزادی سلومی کے شاہی محل میں آیا تو اسے پتہ چلا کہ شہزادی اپنے کمرے میں ہے۔ عنبر اس کے کمرے کی طرف آیا۔ اس کے ہاتھ میں تھیلا تھا جس میں یوحنا کا کٹا ہوا سر پڑا تھا۔ شہزادی نے عنبر کو آتے دیکھا تو سمجھ گئی کہ وہ تھیلے میں یوحنا کا کٹا ہوا سر ڈال کر لے آیا ہے۔ اس کا چہرہ خوشی سے مسکرانے لگا۔ اس کے پاس بادشاہ ہیروڈ بھی موجود تھا۔ شہزادی سلومی نے عنبر سے پوچھا۔

"کیا تم نے وہ کام کیا جو میں نے تمہارے ذمے ڈالا تھا؟"

عنبر نے تھیلا اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں شہزادی سلومی۔ آپ کی امانت اس تھیلے میں پڑی ہے۔"

بادشاہ ہیروڈ نے سلومی سے پوچھا۔

"اس میں کیا ہے سلومی؟"

شہزادی سلومی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بادشاہ سلامت! اس میں آپ کے دشمن کا کٹا ہوا سر ہے جو آپ کی رعایا کو آپ کے خلاف بھڑکاتا پھرتا تھا۔"

"کیا مطلب؟" بادشاہ نے پوچھا۔

شہزادی سلومی نے کہا۔ "اس تھیلے میں یوحنا کا کٹا ہوا سر ہے جو آپ کے خلاف ملک میں تقریریں کرتا پھرتا تھا کیا آپ اپنے دشمن کے سر کو دیکھ کر خوش نہیں ہوں گے؟"

بادشاہ ہیروڈ نے کہا۔ "اوہ سلومی! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اس کے خلاف تو میں نے کبھی کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ وہ تو بے ضرر آدمی تھا۔"

شہزادی سلومی بولی۔ "وہ بڑا خطرناک انسان تھا۔ ابا حضور! میں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔"

پھر وہ عنبر کی طرف دیکھ کر بولی۔

"عنبر! نبی یوحنا کا کٹا ہوا سر تھیلے سے نکال کر طشت میں رکھ دو۔"

عنبر نے تھیلے میں ہاتھ ڈالا اور کٹا ہوا سر نکال کر چاندی کے طشت پر رکھ دیا۔ طشت میں رکھے سر کو دیکھ کر شہزادی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سلومی اور بادشاہ ہیروڈ کی چیخیں نکل گئیں۔ عنبر ڈر کر پیچھے ہٹا کہ انہیں کیا ہو گیا۔ اب جو اس نے طشت میں دیکھا تو وہاں بنی یوحنا کی بجائے شہزادی سلومی کی ماں ملکہ جوڈیا کا کٹا ہوا سر پڑا تھا۔ بادشاہ نے شور مچا دیا۔

"اس کو گرفتار کر لیا جائے۔ یہ ہماری ملکہ کا سر کاٹ کر لے آیا ہے۔"

شہزادی سلومی اپنی والدہ کا کٹا ہوا سر دیکھ کر بیہوش ہو گئی۔ اسی وقت چھ سات حبشی غلام تلواریں لہراتے اندر داخل ہوئے اور انہوں نے عنبر کو جکڑ لیا۔ بادشاہ کا غم کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔ اسی وقت دو کنیزیں جن کے رنگ اڑے ہوتے تھے گھبرائی ہوئی اندر داخل ہوئیں اور کہا کہ ملکہ کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ اور اس کا سر غائب ہے۔ بادشاہ نے سر پہ ہاتھ مار کر کہا۔

"میری قسمت پھوٹ گئی۔ یہ جادوگر ہماری بدقسمتی بن کر یہاں آیا اور اس نے ہماری ملکہ کو قتل کر دیا۔"

عنبر نے کہا۔ "بادشاہ سلامت! میں نے ملکہ کو قتل نہیں کیا۔"

"لے جاؤ اسے اور کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دو۔"

بادشاہ نے چیخ کر کہا۔ حبشی عنبر کو لے کر باہر چلے گئے۔

عنبر پریشان تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ وہ تو یوحنا کا سر لے کر آیا تھا۔ اس کی جگہ ملکہ جوڈیا کا سر کہاں سے آگیا؟ یہ بنی یوحنا کی کرامت تھی یا قدرت نے شہزادی سلومی سے اس کے برے ارادوں کا انتقام لیا تھا۔

عنبر کو حبشی کھینچتے ہوتے شاہی محل کے اس حصے میں لے گئے۔ جہاں ایک بہت بڑے آگ کے الاؤ پہ کڑاہا رکھا تھا۔ جس میں تیل کھول رہا تھا۔ انہوں نے عنبر کو اٹھا کر کڑاؤ میں پھینکنا چاہا مگر وہ عنبر کو زمین سے نہ اٹھا سکے عنبر کا وزن ایک بہت بڑے پہاڑ سے بھی زیادہ ہو گیا تھا۔ جو کوئی اسے اٹھانے کی کوشش کرتا خود نیچے گر پڑتا حبشی تلواریں لے کر عنبر پہ ٹوٹ پڑے۔ عنبر کے جسم سے تلواریں ٹکرا رہی تھیں اور ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر رہی تھیں عنبر نے کہا۔ "اب میں وار کرنے لگا ہوں۔"

عنبر نے دو حبشیوں کو اٹھایا اور کھولتے ہوئے کڑاؤ میں پھینک دیا۔ چیخ کی آواز کے ساتھ دونوں حبشی کھولتے ہوئے تیل میں تل کر پکوڑے بن گئے۔ دوسرے حبشی ڈر کر بھاگ کھڑے ہوتے۔ عنبر شاہی محل کی ڈیوڑھی کے باہر آیا۔ وہاں ایک گھوڑا کھڑا تھا۔ وہ اس پہ چھلانگ لگا کر بیٹھا اور اسے دوڑاتے ہوئے محل سے باہر نکل کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

صحرا کی طرف روانہ ہو گیا۔

دریا پار کر کے وہ اس جگہ پہنچا جہاں یوحنّا کا جھونپڑا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جھونپڑا کھلا تھا اور یوحنّا نبی اس کے اندر بیٹھا آنکھیں بند کیے خدا کی عبادت کر رہا تھا اس کا سر اس کی گردن پر ٹکا ہوا تھا۔ وہ بالکل زندہ حالت میں تھا۔ عنبر جھونپڑے کے باہر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ یوحنّا نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی نیلی آنکھیں ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں یوحنّا نے کہا۔

عنبر! تم نے اپنا فرض پورا کر دیا اور شہزادی سلومی کو اس کے بُرے ارادے کی سزا مل گئی۔ اب تم اس ملک کو چھوڑ کر آگے روم کی طرف نکل جاؤ۔ تمہارے واپسی کے سفر کی اگلی منزل روم ہے جہاں عجیب واقعات تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

عنبر نے کہا۔ ”اے عظیم انسان! کیا وہاں میری ملاقات ناگ ماریا سے ہو سکے گی؟“

یوحنّا نے آہستہ سے کہا۔ ”یہ قدرت کا راز ہے جس کو میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ تم روم چلے جاؤ۔ وہاں جا کر کیا ہو گا؟ یہ تمہیں خود بخود معلوم ہو جائے گا“

عنبر نے کہا۔ ”آپ کو اکیلا چھوڑ کر جانے کو دل نہیں چاہتا۔“

یوحنّا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”تم نے دیکھ لیا ہے کہ خداوند تعالیٰ میری حفاظت کرتا ہے تم میری فکر نہ کرو اور تمہارے ذمے جو فرض ہے اسے ادا کرو اور اپنا واپسی کا سفر جاری رکھو۔“

عنبر نے یوحنّا نبی کو آخری سلام کیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور دریائے اردن کے کنارے اسے سرپٹ دوڑانے لگا۔ وہ دریا کے ساتھ ساتھ سمندر کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ جہاں سے کسی بادبانی جہاز میں سوار ہو کر وہ ملک روم کی کسی بندرگاہ تک جانا چاہتا تھا۔ ملک روم پر ان دنوں جولیس سیزر کی حکومت تھی اور ساری دنیا میں اس کی بادشاہت کا ڈنکا بجتا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انسانی سر والا چمگادڑ

ناگ اور کیٹی ابھی تک شہنشاہ سائرس کے ملک فارس میں ہیں۔

وہ سائرس کے آتش کدے (مندر) میں کسی ایسی ترکیب پر غور کر رہے ہیں کہ جس سے ماریا جو کہ آگ کی دیوی کے روپ میں مندر کے استھان پر بے حس و حرکت بیٹھی ہے پھر سے انسانی روپ میں زندہ ہو کر واپس آ جائے۔ لیکن ابھی تک انہیں کوئی ایسی ترکیب نہیں سوجھ رہی۔

جب تک ہم عنبر کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

عنبر گھوڑے پر سوار منزلوں پر منزلیں طے کرتا، میدانوں صحراؤں اور جنگلوں میں سے گذرتا آخر سمندر کے کنارے ایک شہر میں پہنچ گیا۔ یہاں سے بادبانی سمندری جہاز انتاخ کی رومن بندرگاہ تک جاتے تھے۔ انتاخ سے دو دن کا سفر

شہر روم تک تھا۔ جہاں شہنشاہ جولیس سیزر ایک عالیشان محل میں رہتا تھا۔

سمندر کنارے کا یہ شہر ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ ہفتے میں ایک دن یہاں سے ایک بادبانی سمندری جہاز ملک روم کی بندرگاہ انتاخ کی طرف روانہ ہوتا تھا۔ عنبر نے چل پھر کر دیکھا کہ بندرگاہ کے پاس ایک سرائے تھی۔ مگر وہاں اسقدر مسافر تھے کہ کوئی کوٹھڑی خالی نہ تھی۔ عنبر نے شہر سے باہر ایک جگہ درختوں میں جھونپڑا بنا لیا اور رہنے لگا اس کے پاس شہزادی سلومی کے دیئے ہوئے دو سرخ یاقوت تھے جو اس نے وہاں جوہریوں کے پاس فروخت کر کے رومن ملک کے سکے لے لئے۔ چھ روز گذر گئے تو جہاز تیاری کرنے لگا۔

سب مسافر اس میں سوار ہو گئے۔ عنبر بھی سوار ہو گیا۔ یہ چھوٹا سا بادبانی جہاز تھا جیسا کہ اس زمانے میں چلا کرتے تھے۔ ساٹھ ستر کے قریب اس میں مسافر سوار تھے اور باقی جہاز کی نچلی منزل میں زیتون کا تیل، گرم مصالحے اور لہسن پیاز وغیرہ بھرا ہوا تھا۔ اس روز ہوا بھی خوب تیز چل رہی تھی۔ جہاز نے بادبان کھول دیئے اور وہ سمندر میں روانہ ہو گیا۔

عنبر جہاز کے سامنے کے رخ جہاں ایک تکون سی بنی ہوئی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی آکر بیٹھ گیا۔ یہاں قریب ہی دوسرے مسافر بھی بستر لگائے بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ جہاز کے سامنے کے رخ پر لکڑی کا ایک بہت بھاری ستون لگا تھا جس پر ایک کٹے ہوئے سنہری بالوں والی رومن دیوی ڈیلفی کا بت بنا ہوا تھا۔ ایک جہازی نے عنبر کو بتایا کہ یہ روم کی مشہور دیوی ڈیلفی کا بت ہے اور خیر و برکت کے لئے جہاز پر لگا دیا جاتا ہے تاکہ سفر میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ جہاز چلا جا رہا اور سمندر کی لہریں اس بت کے پاؤں کو چھو کر گزر رہی تھیں۔

روم کی بندرگاہ انتاخ تک کا یہ سمندری سفر ایک ماہ کا تھا۔ بیس روز سمندر میں ہی گزر گئے۔ کوئی حادثہ پیش نہ آیا۔ جہاز بڑے آرام سے سفر کرتا رہا۔ اکیسویں روز آدھی رات کو جب آسمان پر ستارے نکلے ہوئے تھے اور سمندر کی نیلی لہریں اوپر اٹھ رہی تھیں۔ عنبر نے دیکھا کہ جہاز کے سبھی مسافر سو رہے ہیں۔ جہاز کا ایک ملاح جو پہرے دار تھا وہ بھی جہاز کی سیڑھیوں والے جنگلے کے ساتھ ٹیک لگائے اونگھ رہا تھا۔ کیونکہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

عنبر جاگ رہا تھا۔ جہاز کے بادبان ہواؤں سے پھولے ہوئے تھے اور جہاز ایک نپی تلی رفتار کے ساتھ سمندر

کی لہروں کو چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ رات بڑی خاموش تھی۔ صرف سمندر کی لہروں کے جہاز کے ساتھ ٹکرانے کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔ جہاز کے بڑے مستول کے اوپر ایک آدمی ایک ڈھول میں بیٹھا دور سمندر میں دیکھ رہا تھا۔ اس کے پاس ایک بگل تھا جو خطرے کے وقت بجایا جاتا تھا۔

اچانک اس آدمی کی سمندر میں ایک ابھری ہوئی چٹان پر نظر پڑی۔ اس نے بگل بجا کر شور مچا دیا۔

"خطرہ۔ خطرہ۔ چٹان۔ سمندری چٹان"

جہازی اور کپتان فوراً باہر آئے کپتان نے کالی سیاہ نوکیلی چٹان کو سمندر میں سے ابھرے ہوئے دیکھا تو دہشت کے مارے اس کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ جہاز کا رخ چٹان کی طرف تھا۔ اس نے جہاز کا رخ موڑنے کا حکم دیا۔ مگر اب دیر ہو چکی تھی۔ اتنا بڑا جہاز آسانی سے نہیں موڑا جا سکتا تھا۔ لوگوں میں افراتفری مچ گئی۔ جہاز دیکھتے دیکھتے ایک زبردست آواز کے ساتھ چٹان سے جا ٹکرایا۔ چٹان نے جہاز کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ جہاز کے مستول اور لکڑی کے کھمبے گر کر ٹوٹ پھوٹ گئے۔ لوگوں میں چیخ و پکار مچ گئی لوگوں نے سمندر میں چھلانگیں لگا دیں اور جہاز کے دونوں ٹوٹے ہوئے حصے سمندر کی دیو ہیکل لہروں میں غرق ہو گئے۔ اب

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لوگ غرق ہونے لگے۔

جہاز کے ڈوبنے سے آس پاس اونچی اونچی لہریں بلند ہوتے لگیں۔ اور لوگ چیخ و پکار مچاتے ایک دوسرے کو آوازیں دیتے سمندر میں ڈوبتے چلے گئے عنبر نے کئی مسافروں کو بچانے کی کوشش کی مگر وہاں کوئی کشتی یا تختہ تک نہیں بچا تھا کہ جس پر وہ ان مسافروں کو سوار کرا دیتا۔ سارے کے سارے مسافر کپتان اور جہاز کے ملازموں سمیت غرق ہو گئے۔

عنبر اکیلا سمندری لہروں پر تیرتا ہوا رہ گیا۔ بڑی لہریں عنبر کو لے کر ایک طرف بہنے لگیں۔ عنبر نے محسوس کیا کہ کوئی شے اس کی ٹانگوں سے ٹکرا کر اوپر آ رہی ہے۔ وہ تیرتا ہوا پرے ہٹ گیا اس نے اندھیرے میں ایک گردن تک کٹے ہوئے سر کو سمندر کی لہروں پر ابھرتے دیکھا۔ اس نے غور کیا تو دیکھا کہ وہ ڈیلفی دیوی کے اس بت کا کٹا ہوا لکڑی کا سر تھا جو جہاز کے ایک ستون پر لگا ہوا تھا۔

ڈیلفی کا کٹا ہوا سر عنبر کے ساتھ ساتھ سمندر پر تیرنے لگا۔ عنبر نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے قریب کر لیا۔ دیوی ڈیلفی کے اس کٹے ہوئے ریشمی بالوں والے

سر کے گالوں پر سرخ رنگ کیا ہوا تھا اور آنکھیں سیاہ بنائی ہوئی تھیں۔ ہونٹوں پر بھی لال روغن پھیرا ہوا تھا ساری رات عنبر ڈیلفی کے سر کو ساتھ لئے سمندر میں تیرتا چلا گیا۔ دن کی روشنی سمندر پر پھیلی تو عنبر نے دور ایک جانب سمندر میں دو چٹانیں آمنے سامنے ابھری ہوئی دیکھیں ان چٹانوں کے پیچھے ایک جزیرے کی زمین نظر آ رہی تھی جہاں کہیں کہیں چھتری دار درخت اور نوکیلی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔

عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ خشکی نظر آئی تھی۔

اس نے تیزی سے کنارے کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔ سمندر سے ابھری ہوئی چٹانوں کے قریب سے گزرتے ہوئے عنبر نے باریک سیٹی کی آواز سنی وہ کنارے کی طرف بڑھتا چلا گیا اس قسم کی سیٹی کی آواز کبھی کبھی کوئی بڑی سمندری مچھلی اپنا منہ پانی سے باہر نکال کر نکالا کرتی ہے۔ عنبر تیرتا ہوا جزیرے کے کنارے خشکی پر چڑھ آیا۔ دیوی ڈیلفی کے بت کا کٹا ہوا سر اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے جزیرے پر ایک نظر ڈالی ______ یہ ایک ویران ویران سا جزیرہ تھا۔ کہیں درختوں کے جھنڈ تھے اور کہیں خشک بنجر چٹانیں کھڑی تھیں۔ ریت بالکل صاف شفاف اور ہوا رکی تھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس پر کسی جانور یا انسان کے پاؤں کے نشان نہیں تھے جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ اس جزیرے پر نہ تو کوئی انسان آباد ہے اور نہ کوئی جانور ہی اس جگہ پر رہتا ہے۔ عنبر درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف ریت پر چل پڑا۔

یہ جھنڈ کوئی ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک بھوری بہت بڑی چٹان کے پیچھے نظر آ رہا تھا۔ عنبر آہستہ آہستہ چل کر درختوں کے اس جھنڈ میں آ گیا۔ یہاں چٹان کے پاس درختوں کی چھاؤں میں ایک جگہ چھوٹی سی سرنگ کی شکل کا ایک کھوہ بنا ہوا تھا۔ جس کا منہ جنگلی جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ عنبر نے ڈیلفی کا لکڑی کا سر ایک جگہ پتھروں میں رکھ دیا اور خود درختوں کی چھاؤں میں لیٹ گیا۔ درختوں کی شاخوں سے چھن کی ہلکی ہلکی دھوپ عنبر پر پڑ رہی تھی۔ سمندر کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔

عنبر کو نیند کی ضرورت نہیں تھی مگر اس کا دل چاہ رہا تھا کہ تھوڑی دیر کے لئے سو جائے چنانچہ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور سو گیا۔ وہ سارا دن سوتا رہا۔ جب آنکھ کھلی تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ سمندر پر اندھیرے کی سیاہ چادر گہری ہوتی جا رہی تھی۔ سمندر کی لہروں کا شور مدھم پڑ گیا تھا۔ سارے جزیرے پر ایک خاموشی کا طلسم طاری

ہوتا لگ رہا تھا۔ عنبر نے دیکھا کہ آسمان پر گہرے کالے بادل چھائے ہوئے تھے اور بجلی تھوڑی تھوڑی دیر بعد چمک جاتی تھی۔ دور بادلوں میں گرج بھی سنائی دے رہی تھی۔

پھر بارش شروع ہو گئی۔ بارش بھی ایسی کہ ایک دم سے جیسے چھت پھاڑ کر شروع ہو گئی تھی۔ بڑی موسلا دھار بارش تھی اور درختوں کی شاخوں پر سے پانی پرنالوں کی طرح بہنے لگا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ فضول کپڑے بھگونے سے کیا فائدہ کیوں نہ چٹان کے پاس جو کھوہ ہے اس میں بیٹھ کر بارش سے پناہ لی جائے۔ وہ جنگلی جھاڑیوں کو پرے ہٹا کر کھوہ میں گھس گیا۔ اس نے دیکھا کہ کھوہ ایک چھوٹی سرنگ کی طرح تھی اور چٹان کے نیچے چلی جا رہی تھی۔ سرنگ کی چھت بہت نیچی تھی عنبر جھک کر آگے چلنے لگا کہ ذرا دیکھیں تو سہی کہ آگے کیا ہے۔ چلتے چلتے آگے جا کر سرنگ کی چھت اونچی ہو گئی اور عنبر اب سر اٹھا کر چل رہا تھا۔ یہاں گھپ اندھیرا تھا۔ فرش پر گول پتھری پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ عنبر کو اس گھپ اندھیرے میں بھی صاف نظر آ رہا تھا آگے جا کر عنبر نے دیکھا کہ ایک جگہ سرنگ کی دیوار کے ساتھ ایک سیاہ پتھر کا تابوت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پڑا ہوا ہے۔ جس کے سرہانے کی جانب ایک شمع دان میں بجھی ہوئی موٹی موم بتی رکھی ہے۔

عنبر نے حیرانی کے ساتھ ان چیزوں کو دیکھا کہ یہ یہاں کون رکھ گیا ہے۔ عنبر نے دیکھا کہ موم بتی کی پگھلی ہوئی موم جم کر ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ مگر ذرا ذرا نرم تھی جیسے ایک رات پہلے کسی نے اسے روشن کیا ہو۔ مگر یہاں کون آکر موم بتی جلا سکتا تھا؟

اس جزیرے پر تو کوئی انسان نہیں ہے سوائے اس کے؟ عنبر یہی سوچتا ہوا آگے بڑھا۔ اس نے سیاہ پتھر کے تابوت کو جھک کر دیکھا اس پر رومن الفاظ میں کسی کاونٹ کا نام لکھا ہوا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ یہ کسی رومن کاونٹ کا تابوت ہے جو اس جزیرے پر آکر کسی بیماری کی وجہ سے مر گیا ہوگا اور رومن فوج نے اسے اس سرنگ کے اندر تابوت میں ڈال کر رکھ دیا کہ بارش اور اور تیز دھوپ سے بچا رہے گا۔

اس نے تابوت کے ڈھکن کو ذرا ہلایا۔ وہ بہت سختی سے بند تھا۔ تھوڑی دیر اس سیاہ تابوت کے پاس کھڑے رہنے کے بعد عنبر واپس آکر سرنگ کے دہانے کے پاس بیٹھ گیا۔

اب بارش رک گئی تھی۔ مگر آسمان پر بادل اسی طرح چھائے ہوئے تھے۔ بارش کے بعد سمندری لہریں اوپر کو اٹھنے لگی تھیں۔

عنبر کو سمندر کی طرف سے پھر وہی سیٹی کی آواز سنائی دی جو اس نے سمندر میں دو چٹانوں کے قریب سے گذرتے ہوئے سنی تھی۔ اس بار یہ آواز دو دفعہ بلند ہوئی تھی۔ عنبر نے سوچا کہ یہ وہی بڑی مچھلی ہے جو بارش کے بعد سمندر کی لہروں سے منہ نکال کر سیٹی بجا رہی ہے۔ اس نے کوئی خیال نہ کیا۔ اور درختوں کے جھنڈ میں سیر کرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔

ابھی وہ ان درختوں میں ہی تھا کہ اسے اپنے پیچھے ایک تیز سیٹی اور پھر کسی پرندے کے زور زور سے پھڑپھڑانے کی آواز آئی۔ عنبر نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک کالے لمبے لمبے بادبانوں ایسے بازوؤں والا بڑا پرندہ اپنے بازو پھیلائے بڑی تیزی سے پھڑپھڑاتا ہوا سرنگ کی طرف سے نکل کر تاریک رات میں اڑتا ہوا سمندر کی طرف غائب ہو گیا۔

عنبر حیران تھا کہ سرنگ میں سے یہ کیا شے نکل کر سمندر کی طرف اڑ گئی ہے وہ واپس مڑا کہ سرنگ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے پاس آ گیا۔ اس نے جھک کر سرنگ میں دیکھا۔ اسے سرنگ کے اندر ہلکی ہلکی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ یہ روشنی پہلے نہیں تھی۔ عنبر کو شبہ ہوا کہ یہاں سمگلروں یا ڈاکوؤں نے تو پناہ نہیں لے رکھی؟ یا وہ کسی کو اغوا کر کے تو نہیں لائے ہیں۔ پرانے زمانے کے روم میں بحری ڈاکے عام پڑا کرتے تھے اور بحری ڈاکو شاہی خاندان کے لوگوں کو اغوا کر کے جزیروں میں لے جاتے تھے اور پھر بھاری رقم لے کر چھوڑ دیا کرتے تھے۔

عنبر سرنگ کے اندر چلنے لگا۔ اب وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے چل رہا تھا۔ کیونکہ اسے شبہ تھا کہ آگے ضرور بحری ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے ہی روشنی کر رکھی ہے۔ وہ سرنگ کی دیوار سے لگ کر آگے بڑھ رہا تھا۔

اب وہ روشنی کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ یہ روشنی اس موم بتی کی ہے جو سیاہ تابوت کے سرہانے شمع دان میں پڑی تھی اور تھوڑی دیر پہلے بجھی ہوئی تھی۔ جس بات نے عنبر کے بھی ایک بار رونگٹے کھڑے کر دیئے وہ یہ تھی کہ سیاہ تابوت کا ڈھکنا جو پہلے بند تھا اب اوپر کو اٹھا ہوا تھا۔

وہاں کوئی انسان نہیں تھا۔ عنبر لپک کر تابوت کے پاس گیا۔ اس کے اندر جھانک کر دیکھا۔ تابوت بالکل خالی تھا۔ تابوت کے اندر کالے رنگ کا مخمل لگا ہوا تھا۔ ایک سرہانہ بھی رکھا تھا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہاں لیٹا ہوا مردہ اٹھ کر کہیں گیا ہے۔ عنبر نے سوچا کہ یہ کیسا مردہ ہے کہ آدھی رات کو اٹھ کر باہر چلا جاتا ہے اور شمع بھی روشن کر جاتا ہے۔ مگر اس نے تو کسی مردہ لاش کو سرنگ میں سے باہر جاتے نہیں دیکھا۔ تو کیا وہ جو پرندہ پھڑ پھڑاتا ہوا سیٹی بجاتا اڑ کر گیا تھا وہ اس تابوت کا مردہ تھا؟

عنبر کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ سرنگ سے اسی طرح خاموشی سے واپس آ گیا۔ رات پہلے سے زیادہ خاموش اور اندھیری ہو گئی تھی۔ ستاروں بھرے آسمان کو سیاہ کالے بادلوں کی چادر نے چھپا رکھا تھا۔ موسلا دھار بارش اب رم جھم میں بدل گئی تھی۔ عنبر درختوں کے جھنڈ میں ایک جگہ بیٹھنے لگا کہ خالی تابوت پر غور کرے کہ اسے سمندر میں تاریکی میں ابھری ہوئی چٹانوں کی طرف سے وہی سیٹی کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ عنبر نے چٹانوں کی طرف نگاہ اٹھائی۔ یہ دونوں چٹانیں دو بہت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بڑے بھوتوں کی طرح سمندر کی تاریکی میں سے باہر نکلی ہوئی تھیں۔

عنبر کو ان چٹانوں کے درمیان ہلکی سی روشنی ابھر کر گم ہوتی نظر آئی۔ یہ روشنی یہاں کس نے کی ہے؟ عنبر نے سوچا۔ پھر اسے بہت سے پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی آوازیں سنائی دیں۔ عنبر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے وہ دو چٹانیں پر اسرار لگ رہی تھیں وہ ان سیٹی کی آوازوں کا معمہ حل کرنے کے خیال سے چٹانوں کی طرف چلنے لگا۔ یہ چٹانیں ساحل سے ایک فرلانگ دور سمندر میں آدھی ڈوبی ہوئی تھیں

عنبر سمندر میں اتر گیا۔ اور رات کے اندھیرے اور ہلکی ہلکی بارش میں سمندری لہروں پر تیرتا ہوا چٹانوں کے قریب آگیا۔ ان چٹانوں کے درمیان ایک گلی سی بنی ہوئی تھی جس میں سمندر کی لہریں ٹکرا رہی تھیں۔ عنبر اس سمندری گلی میں غوطہ لگا کر نکل آیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک طرف چٹان کے باہر پتھر کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اور ایک تنگ سا راستہ چٹان کے اندر جاتا تھا۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر اس راستے میں داخل ہو گیا۔ یہاں گہرا اندھیرا تھا اور صرف عنبر ہی اس اندھیرے میں دیکھ سکتا تھا۔ یہ راستہ ٹیڑھا میڑھا اور تنگ تھا

اس میں پگھلی ہوئی موم اور مشک کافور کی بو رچی ہوئی تھی۔ عنبر سوچتا ہوا آگے بڑھنے لگا کہ یہاں یہ مشک کافور کس نے چھڑک رکھا ہے۔ مشک کافور عام طور پر مردہ لاشوں پر دفن کرنے سے پہلے چھڑکا جاتا ہے۔

اس چٹانی غار میں ایک جگہ دیوار میں سے روشنی کی کرنیں باہر نکل رہی تھیں۔ عنبر نے دیوار کے پتھروں کے درمیان ایک جھری تھی اس نے آنکھ لگا کر دوسری جانب جھانکا۔

دوسری جانب اس نے ایک خوبصورت نوجوان عورت کو دیکھا کہ ایک تختے پر رسی سے بندھی ہوئی بے ہوش پڑی ہے اس کے سرہانے ایک موم بتی جل رہی ہے۔ یہ عورت کوئی رومن شہزادی یا کسی وزیر کی بیٹی لگ رہی تھی۔ اس کا رنگ گورا اور بال سیاہ تھے جس طرح کہ رومن عورتوں کے عام طور پر ہوا کرتے ہیں۔ یہ عورت بالکل بے حس و حرکت پڑی تھی۔ عنبر اندر جانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اسے پھر وہی پروں کی پھڑپھڑاہٹ اور سیٹی کی آواز سنائی دی۔

عنبر نے جھری میں سے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سیاہ پھولے ہوئے پروں والا چمگادڑ چھت میں سے اڑتا ہوا نیچے اتر آیا۔ عنبر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس چمگادڑ کا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سر انسان کا تھا۔ اس کی آنکھیں ترچھی تھیں۔ ہونٹوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ آنکھوں کے ڈیلے لہو کی طرح سرخ تھے اور دو لمبے دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے۔

اس انسانی چمگادڑ نے بے ہوش خوب صورت عورت کے گرد ایک چکر لگایا۔ پھر لالچی نظروں سے اس کی گردن کی طرف دیکھا۔ شاید وہ اس کے جسم کا خون پینا چاہتا تھا۔ عنبر یہ سب کچھ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ انسانی چمگادڑ کے سر پر بال کانٹوں کی طرح کھڑے تھے۔ اس نے اپنے دونوں پروں کو پھیلا کر بے ہوش عورت کے اوپر ڈال دیا اور اپنے تیز دانت اس کی گردن میں چبھونے ہی لگا تھا کہ عنبر نے ایک زور سے مکا مار کر دیوار کا پتھر اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اس سے شور پیدا ہوا۔ انسانی چمگادڑ وہیں رک گیا اور خون بھری لال لال آنکھوں سے دیوار کو تکنے لگا۔

عنبر اب دیوار کے دوسرے پتھروں کو توڑتا ہوا اندر کود گیا تھا۔

انسانی چمگادڑ کے منہ سے ایک ایسی تیز اور جگر کو چیر دینے والی چیخ کی آواز نکلی کہ اس کی وجہ سے دیواروں سے کئی پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑے۔ اگر عنبر کی جگہ وہاں کوئی

دوسرا زندہ انسان ہوتا تو اس کے کانوں کے پردے پھٹ جاتے۔ عنبر اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور غور سے انسانی چمگادڑ کی طرف گھورتا رہا۔

انسانی چمگادڑ غصے میں پھنکار رہا تھا۔ اس نے پروں کو اوپر اٹھایا اور عنبر پر حملہ کر دیا عنبر نے اس کا ایک پر پکڑ کر جھٹکا دیا۔ انسانی چمگادڑ کے پر کا آگے کا حصہ ٹوٹ کر نیچے گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی انسانی چمگادڑ ایک بھیانک چیخ مار کر دیوار کے سوراخ میں سے نکل کر اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

عنبر جلدی سے بے ہوش عورت کی طرف بڑھا۔ اس نے اس کی رسیاں کھول دیں اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ عورت کو ہوش آیا تو اس نے عنبر کی طرف حیرانی سے دیکھا۔ پھر چیخ مار کر بولی۔

"وہ ۔۔۔ وہ انسانی چمگادڑ۔"

عنبر نے اسے حوصلہ دیا۔ تسلی دی۔

"گھبراؤ نہیں۔ انسانی چمگادڑ کو میں نے بھگا دیا ہے۔"

عورت نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا۔ موم بتی کی روشنی میں وہاں انسانی چمگادڑ اسے کہیں دکھائی نہ دیا۔ عنبر نے کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میرے ساتھ اس منحوس جگہ سے نکل چلو۔"

عورت رومن زبان بول رہی تھی اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ۔۔۔ وہ باہر ہوگا۔

عنبر نے کہا۔" گھبراؤ مت۔ میں نے اسے بھگا دیا ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔"

عنبر نے رومن عورت کو ساتھ لیا اور سرنگ میں سے نکل کر چٹان کی سیڑھی پر آ گیا۔

دیکھ لو۔ یہاں بھی وہ انسانی چمگادڑ نہیں ہے۔ وہ بھاگ گیا ہے۔"

رومن عورت آنکھیں پھاڑے رات کے اندھیرے میں سمندری چٹانوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ عنبر نے کہا۔

"کیا تم تیرنا جانتی ہو؟"

"ہاں۔" رومن عورت نے کہا۔

"تو پھر میرے ساتھ سمندر میں اتر چلو اور تیرتی ہوئی کنارے پر آؤ۔"

عنبر نے رومن عورت کو ساتھ لیا دونوں سمندر میں اتر گئے اور تیرتے ہوئے ساحل کی طرف چلے۔ بارش ہلکی ہلکی اب بھی ہو رہی تھی۔ رات گہری تاریک تھی۔ عنبر اس رومن

عورت کو راستہ دکھا رہا تھا۔ وہ آگے آگے تیر رہا تھا اور رومن عورت اس کے پیچھے پیچھے تیرتی چلی آ رہی تھی۔

جزیرے کے کنارے پر پہنچ کر عنبر نے اسے درختوں کے جھنڈ میں ایک جگہ بٹھایا اور کہا۔" تم اس جگہ کیسے آ گئیں تم کہاں رہتی ہو؟"

رومن عورت نے کہا۔

میرا نام زارینہ ہے۔ میں روم کے ایک امیر کی بیٹی ہوں میں کل رات اپنے محل کی چھت پر سو رہی تھی کہ یہ انسانی چمگادڑ مجھے بے ہوش کر کے لے آیا؟

پھر وہ رومن عورت زارینہ رونے لگی اور اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو یاد کرنے لگی۔ عنبر نے اسے حوصلہ دیا اور کہا۔

"فکر نہ کرو زارینہ! میں تمہیں تمہارے ماں باپ کے گھر پہنچا دوں گا۔"

زارینہ بولی۔" مگر یہ تو خدا جانے کیسا منحوس جزیرہ ہے یہاں سے ہم کیسے نکلیں گے۔"

عنبر نے کہا۔" یہ دن کی روشنی میں سوچیں گے۔"

"پھر کچھ سوچ کر بولا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

عنبر نے زارینہ کو ساتھ لیا اور اس سرنگ میں داخل

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہو گیا جہاں اس نے خالی تابوت دیکھا تھا۔ زارینہ نے پوچھا۔

"تم مجھے یہاں کہاں لئے جا رہے ہو؟"

عنبر نے کہا۔ "میں تمہیں ایک عجیب شے دکھانے جا رہا ہوں۔ فکر نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

زارینہ عنبر کے پیچھے پیچھے چٹان کی سرنگ میں داخل ہو گئی۔ سرنگ میں اندھیرا تھا۔ زارینہ نے عنبر کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ کافی آگے جا کر وہی موم بتی کی روشنی دکھائی دی زارینہ گھبرا کر بولی۔

"کہیں یہاں وہی منحوس انسانی چمگادڑ نہ ہو۔ یہاں سے واپس چلے چلو۔"

عنبر بولا۔ "فکر نہ کرو زارینہ۔ میں تمہاری حفاظت کر سکتا ہوں۔"

پھر عنبر اسے ساتھ لے کر اس جگہ آ گیا جہاں موم بتی جل رہی تھی اور سامنے سیاہ پتھر کا تابوت پڑا تھا۔ مگر اب یہ تابوت بند تھا۔ زارینہ سہمی ہوئی عنبر کے پیچھے کھڑی اس کے ساتھ لگی تھی۔ اس نے خشک آواز میں کہا۔

"دیوتاؤں کے لئے یہاں بھاگ چلو۔"

عنبر نے کہا۔ "زارینہ! میں ہمیشہ کے لئے تمہارا خوف دور

کرنے کے لئے تمہیں یہاں لایا ہوں۔ اب میں تمہیں ایک عجیب چیز دکھاتا ہوں۔"

اور عنبر نے آگے بڑھ کر سیاہ تابوت کا ڈھکنا اٹھا دیا۔ زارینہ کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ تابوت میں انسانی سر والے چمگادڑ کی لاش پڑی تھی۔ اس کے ہونٹوں سے خون بہہ رہا تھا اور اس کا ایک ہاتھ ٹوٹا ہوا اور غائب تھا۔ یہ وہ ہاتھ تھا جو عنبر نے نوچ پھینکا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"یہ خون پینے والا انسانی چمگادڑ ہے۔ یہ آدھی رات کو انسانی چمگادڑ کی شکل میں اڑ کر یہاں سے نکلتا ہے اور عورتوں کا خون پیتا ہے۔"

زارینہ نے اپنا چہرہ عنبر کے پیچھے چھپا لیا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اسے زمین میں دفن کر دو۔ یہ عفریت ہے۔ خونی عفریت ہے۔"

عنبر نے کہا۔ "میں اسے ہمیشہ کے لئے ختم کر رہا ہوں۔ تم دیکھتی ہو؟ اور گھبراؤ بالکل نہیں۔ اب یہ تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

اور عنبر نے ایک پتھر اٹھا کر انسانی چمگادڑ کی لاش کے سینے پر اس کی نوک رکھ دی اور اوپر سے دوسرے پتھر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی زوردار ضرب لگائی۔ انسانی چمگادڑ کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔ زارینہ عنبر کے پیچھے چھپ گئی۔ اور عنبر نے دیکھا کہ انسانی چمگادڑ کا سارا جسم انسان کا بن گیا۔ پھر اس نے گلنا سڑنا شروع کر دیا اور دیکھتے دیکھتے تابوت میں مردے کی ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئیں۔ اس کے بعد ہڈیوں نے بھی گلنا شروع کیا اور تابوت میں مردے کی مٹی کے سوا کچھ باقی نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ہی موم بتی کی روشنی بھی بجھ گئی۔

عنبر نے سیاہ تابوت کو بند کر دیا اور زارینہ سے کہا۔

"عفریت کا ہمیشہ کے لئے کام تمام ہو گیا ہے۔ اب یہ کبھی اس تابوت سے نکل کر کسی عورت کا خون نہیں پی سکے گا۔"

وہ سرنگ سے باہر نکل آئے۔

عنبر درختوں کے جھنڈ میں آ گیا۔ آسمان پر بادل چھٹ گئے تھے اور چاندنی جزیرے میں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ زارینہ کا خوف کافی حد تک دور ہو چکا تھا۔ اس نے عنبر سے پوچھا۔

"تم کون ہو اور یہاں کیسے آ گئے؟ تم شکل اور رنگ سے رومن نہیں لگتے مگر تم رومن زبان بڑی روانی سے بول

لیتے ہو۔"

عنبر نے کہا۔ "میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ جڑی بوٹیوں سے علاج کرتا ہوں، روم میں آتا جاتا رہتا ہوں اس لئے رومن زبان جانتا ہوں۔ میں ایک جہاز میں روم جا رہا تھا کہ طوفان کی وجہ سے جہاز سمندر میں غرق ہو گیا اور میں اکیلا جان بچا کر اس جزیرے پر آ گیا۔"

زارینہ نے کہا۔ "مگر تم کو خوف کیوں نہیں آ رہا تھا۔ انسانی چمگادڑ سے؟"

عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اصل میں انسان کے اندر سے خوف اٹھتا ہے۔ باہر خوف اور ڈر کہیں نہیں ہوتا۔ اور میرے اندر کوئی خوف نہیں ہے اس لئے میں نہیں ڈرتا۔"

صبح کی روشنی جب جزیرے میں چاروں طرف پھیل گئی تو زارینہ نے کہا۔

"مجھے بھوک اور پیاس لگی ہے۔"

عنبر بولا۔ "بھوک مجھے بھی لگی ہے۔ چلو۔ پانی اور کچھ کھانے کو تلاش کرتے ہیں۔"

عنبر کو بھوک پیاس لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا مگر وہ زارینہ پر اپنا آپ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لئے اس نے یونہی زارینہ کو کہہ دیا۔ جزیرہ بالکل ویران تھا۔ وہ دونوں دیر تک جزیرے کے درختوں میں گھومتے رہے۔ آخر ایک جگہ انہیں پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ مل گیا۔ یہاں پانی پتھروں سے نکل رہا تھا زارینہ نے پانی پی کر اپنی پیاس بجھائی۔ مگر کھانے کے لئے انہیں کچھ نہ مل سکا۔ زارینہ نے کہا۔

"میں کل سے بھوکی ہوں"

عنبر بولا۔ "کچھ بندوبست ہو جائے گا۔ فکر نہ کرو۔"

وہ ایک جگہ درختوں میں سے گزرے تو انہیں بھنی جانے والی مچھلی کی خوشبو محسوس ہوئی۔ زارینہ نے کہا۔

"یہاں مچھلی کون بھون رہا ہے؟"

عنبر بھی حیران ہوا۔ کیونکہ بھنی ہوئی مچھلی کی خوشبو برابر آ رہی تھی۔ یہ خوشبو ایک ٹیلے کی طرف سے آ رہی تھی۔ عنبر نے زارینہ سے کہا۔

"تم اپنے پرانے درختوں کے جھنڈ میں جا کر بیٹھو۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ اس ٹیلے میں کون مچھلی بھون رہا ہے۔"

وہ زارینہ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ ٹیلے میں خطرہ بھی ہو سکتا تھا۔ زارینہ درختوں کے جھنڈ کی طرف چل دی اور عنبر ٹیلے کی طرف آ گیا۔ اس نے دیکھا

کہ ٹیلے میں ایک گول سوراخ ہے اور مچھلی کی خوشبو اسی سوراخ میں سے آ رہی تھی۔ عنبر نے ارد گرد غور سے دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔ عنبر خاموشی سے ٹیلے کے سوراخ میں اندر داخل ہو گیا۔ یہ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ عنبر آسانی سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر ایک کھلی جگہ تھی۔ درمیان میں پتھروں کے درمیان آگ جل رہی تھی۔ اوپر دو بڑی مچھلیاں رکھی تھیں جو بھنی جا رہی تھیں۔

عنبر حیران ہوا کہ یہ مچھلیاں جس شخص نے یہاں رکھی ہیں وہ کہاں ہے؟ مگر یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا کیونکہ زارینہ بہت بھوکی تھی۔ عنبر نے دونوں مچھلیاں اٹھائیں اور سوراخ میں سے نکل کر واپس چل پڑا۔ درختوں کے جھنڈ میں آیا تو زارینہ بے چینی سے اس کی راہ دیکھ رہی تھی۔ عنبر نے اسے مچھلی دے کر کہا۔

"کوئی شخص مچھلی آگ پر رکھ کر جا چکا تھا۔ میں لے آیا ہوں۔ اس سے تم اپنی بھوک مٹاؤ۔"

"اور تم نہیں کھاؤ گے؟" زارینہ نے کہا۔

عنبر بولا۔ "ارے ہاں۔ میں تو بھول ہی گیا۔ میں بھی کھاؤں گا۔ تمہارے ساتھ۔"

دونوں نے خوب پیٹ بھر کر مچھلی کھائی۔ زارینہ بولی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کمال ہے۔ یہ کون تھا جو مچھلی آگ پر رکھ کر خود چلا گیا۔ وہ ضرور اس جگہ پہ کہیں ہو گا۔"

عنبر نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ جب آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ لگتا ہے کہ وہ بھی ہماری طرح یہاں جزیرے میں آکر پھنس گیا ہے۔"

زارینہ گھاس پر لیٹنے لگی تو ایک دم چونک کر اچھل پڑی۔

"یہ کیا ہے؟ یہ تو دیوی ڈیلفی کا سر ہے۔"

دیوی ڈیلفی کا لکڑی کا کٹا ہوا سر عنبر نے وہیں درختوں میں گھاس میں رکھا ہوا تھا جو جہاز کے چٹان کے ساتھ ٹکرانے کے بعد ٹوٹ کر سمندر میں گر پڑا تھا اور عنبر اسے ساتھ لے آیا تھا۔ عنبر نے مسکرا کر زارینہ کو یہ سب کچھ بتایا تو وہ خوف زدہ نگاہوں سے ڈیلفی کے کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر بولی۔

"ہم پر ضرور کوئی مصیبت آئے گی۔"

ایک آنکھ والا عفریت

"کیسی مصیبت؟" عنبر نے پوچھا۔

زارینہ بولی۔ "تم نہیں جانتے۔ دیوی ڈیلفی کے سر کو واپس سمندر میں پھینک آؤ۔ نہیں تو یہ اپنے سر کے کٹنے کا ہم سے انتقام لے گی۔"

عنبر بولا: "مگر اس کا سر ہم نے تو نہیں کاٹا زارینہ"

زارینہ نے کہا۔ "تم رومن نہیں ہو۔ تم اس بات کو نہیں سمجھ سکو گے کہ تم نے اس سر کو اپنے ساتھ یہاں لا کر کس قدر غلطی کی ہے۔"

عنبر نے کہا: "تو میں اسے واپس سمندر میں پھینک آتا ہوں۔" عنبر نے دیوی ڈیلفی کا لکڑی کا کٹا ہوا سر اٹھایا اور سمندر کی طرف چل دیا۔ سمندر کے کنارے پہنچ کر اس نے دور لہروں میں سر پھینک دیا۔ ڈیلفی کا کٹا ہوا سر پانی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی لہروں میں ایک بار ڈوب کر اچھلا۔ عنبر کو ایسا لگا جیسے ڈلفی کے سر نے لہروں کے اوپر سیدھے کھڑے ہو کر عنبر کی طرف اپنی لکڑی کی سیاہ آنکھیں کھول کر دیکھا اور پھر سمندر کی لہروں میں ڈوب گیا۔ عنبر کو یہ بات عجیب سی لگی۔ وہ واپس زارینہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اب وہ غور کرنے لگے کہ اس جزیرے سے کس طرح چھٹکارا حاصل کر کے وہ روم کی طرف سفر کریں؟

عنبر نے کہا کہ ہم درختوں کی لکڑیاں توڑ کر شاخوں کی کشتی بنالیں گے اور پھر اس پر سوار ہو کر سمندر میں سفر کر کے واپس روم پہنچ جائیں گے۔ زارینہ نے کہا۔

"یہ آسان کام نہیں ہے عنبر! ہمارے پاس کوئی کلہاڑا بھی نہیں کہ ہم درختوں کی شاخیں کاٹ سکیں۔"

عنبر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میں اس جزیرے کا ایک چکر لگا کر دیکھتا ہوں ہو سکتا ہے یہاں کوئی جنگلی لوگ رہتے ہوں ہم ان سے ایک کشتی لے لیں گے۔"

زارینہ نے کہا۔ "میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ میں یہاں اکیلی نہیں رہ سکتی۔"

عنبر نے کہا۔ "ٹھیک ہے تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

شام تک وہ جزیرے میں گھومتے رہے۔ انہوں نے

سارا جزیرہ دیکھ لیا۔ مگر وہاں کوئی دوسرا انسان نہیں تھا۔ کہیں کوئی آبادی نہیں تھی۔ سارا جزیرہ سنسان اور ویران پڑا تھا۔ ایک جگہ انہوں نے پانی بھی پیا۔ اب زارینہ کو پھر بھوک لگ رہی تھی جو ایک قدرتی بات تھی۔ عنبر اسے واپس ایسی جگہ درختوں کے جھنڈ میں لے آیا اور بولا۔

"تم یہاں بیٹھو۔ میں اسی ٹیلے کے غار میں جا کر دیکھتا ہوں ہو سکتا ہے وہاں کچھ اور بھنی ہوئی مچھلی مل جائے۔"

عنبر زارینہ کو درختوں میں چھوڑ کر اس ٹیلے کی طرف چلا۔ ٹیلے کے پاس کوئی نہیں تھا۔ ٹیلے کے اندر بنا ہوا سوراخ بھی خالی خالی تھا۔ عنبر کو بھنی ہوئی مچھلی کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔ وہ اندر چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ پتھروں کے درمیان آگ بجھی ہوئی تھی۔ مگر قریب ہی پتھروں پر ایک مچھلی پڑی تھی۔ جس کو ابھی بھونا نہیں گیا تھا۔

عنبر نے مچھلی کو اٹھایا اور زارینہ کے پاس لے آیا۔

انہوں نے درختوں کے درمیان پتھروں کو رگڑ کر آگ جلائی اور مچھلی بھون کر کھائی۔

زارینہ کہنے لگی۔

"عنبر! مجھے یقین ہے کہ یہاں ضرور کوئی انسان

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہمارے علاوہ بھی موجود ہے جو مچھلی سمندر سے لا کر غار کے اندر بیٹھ کر بھونتا ہے۔"

عنبر نے کہا، "ہو سکتا ہے۔ مگر وہ آدمی کون ہے؟ اور ہمارے سامنے کیوں نہیں آتا؟"

"یہی ایک راز ہے۔ جس کو حل کرنا ہے۔" زارینہ نے کہا۔ اس طرح باتیں کرتے ہوئے سورج سمندر میں غروب ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد سارے جزیرے پر اندھیرا چھا گیا۔ پھر سمندری چٹانوں کے پیچھے سے چاند نکل آیا اور جزیرے پر ہلکی ہلکی چاندنی پھیل گئی۔ زارینہ کو نیند آ گئی تھی وہ درختوں کے درمیان ہی گھاس پر لیٹ کر سو گئی۔ عنبر جاگ رہا تھا۔ اور اس جزیرے سے نکلنے کی ترکیب کے بارے میں سوچ رہا تھا جزیرے پر چاندنی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ عنبر درخت کے ساتھ ٹیک لگائے خاموش بیٹھا دور ساحل سمندر کو دیکھ رہا تھا کہ اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی بھاری پتھر دور سمندر میں گرا ہو۔

عنبر چوکنا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے غور سے چاروں طرف دیکھا۔ سارا جزیرہ سنسان تھا۔ کہیں کوئی انسانی سایہ تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ مگر یہ پانی گرا تھا؟ عنبر سوچنے لگا۔ وہ اٹھا اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ آواز کیسی تھی سمندر

کی طرف چلا۔

سمندر کا کنارہ پرسکون تھا۔ لہریں دور دور سے بڑے سکون سے آ کر ساحل کی ریت پر پھیل جاتیں اور پھر واپس چلی جاتیں۔ چاندنی میں یہ لہریں چمک رہی تھیں۔ عنبر ساحل کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف چلنے لگا۔ وہ کئی چٹانوں کے پاس سے گزرتا ہوا جزیرے کی دوسری جانب آ گیا یہاں ایک سیاہ رنگ کی بہت بڑی چٹان کھڑی تھی اچانک عنبر کو ریت پر چاندنی میں کسی کے پاؤں کے نشان نظر آئے وہ جلدی سے جھک کر دیکھنے لگا۔ یہ کسی انسان کے پاؤں کے نشان تھے مگر بہت بڑے بڑے تھے۔ جیسے کوئی انسانی ہاتھی وہاں سے گزرا ہو۔ یہ نشان درختوں کے جھنڈ کی طرف جا رہے تھے۔ مگر سمندر کی طرف سے آ رہے تھے؟ کیا کوئی انسانی عفریت سمندر میں سے نکل کر جزیرے پر آیا ہے؟

عنبر نے چٹان کے پیچھے آ کر دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑی کشتی ریت پر کھڑی تھی۔ عنبر گہری سوچ میں ڈوب گیا یہ کون انسانی بن مانس ہے۔ جو اس کشتی پر بیٹھ کر جزیرے پر آیا ہے؟ سمندر میں ابھی ابھی کسی بھاری پتھر کے گرنے کی آواز آئی تھی وہ بھی اسی بن مانس انسان کی ہو گی۔ عنبر نے سوچا۔ کیونکہ پاؤں کے نشان بالکل انسانوں ایسے تھے۔ مگر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بہت بڑے تھے۔ اتنے بڑے پاؤں کسی انسان کے نہیں بلکہ کسی انسانی بھوت کے ہی ہو سکتے ہیں۔ ایکدم سے عنبر کو زارینہ کا خیال آگیا۔

وہ اسے درختوں کے جھنڈ میں اکیلی سوتا چھوڑ کر آیا تھا۔ اور انسانی بھوت کے پاؤں کے نشان اسی جھنڈ کی طرف جا رہے تھے۔ عنبر تیزی سے بھاگتا ہوا جھنڈ میں آگیا اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ کیونکہ وہاں زارینہ نہیں تھی عنبر نے درختوں میں ادھر ادھر جا کر زارینہ کو دیکھا اسے آوازیں بھی دیں۔ مگر وہاں نہیں تھی۔

عنبر نے جھنڈ میں سے باہر نکل کر دیکھا۔ انسانی بن مانس کے پاؤں کے نشان جھنڈ سے نکل کر سمندر کی طرف جا رہے تھے۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ بھوت وہاں آیا تھا اور زارینہ کو اٹھا کر لے گیا ہو گا۔ وہ پریشان ہو گیا کیونکہ یہ انسانی بن مانس زارینہ کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ عنبر تیز تیز قدم اٹھاتا۔ پیروں کے نشان پر ساحل کی طرف چلنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ انسانی بن مانس کے پاؤں کے نشان اس ٹیلے کی طرف جا رہے تھے۔ جس کے سوراخ کے اندر سے بھنی ہوئی مچھلی لایا تھا۔

عنبر اب پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا ٹیلے کے سوراخ

کے پاس آگیا۔ اس نے کان لگا کر سنا۔ اندر سے کسی بہت بڑے جانور کے خراٹے لینے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یہ ایسی آوازیں تھیں جیسے کوئی ہاتھی زور زور سے سانس لے رہا ہو۔ عنبر رینگتا ہوا سوراخ کے اندر چلا گیا اس نے سر اٹھا کر دیکھا کہ ایک بہت بڑا انسانی بن مانس جس کا قد بیس فٹ سے بھی اونچا ہو گا۔ اپنے آپ کو اکٹھا کئے غار کے اندر کھلی جگہ پر لیٹا ہوا تھا۔ اور زارینہ اس کے درمیان بازوؤں میں بے ہوش پڑی تھی۔ اس انسانی عفریت کے سارے جسم پر کالے بال تھے چہرے پر دو کی بجائے صرف ایک آنکھ تھی جو اس کے ماتھے کے درمیان میں لگی ہوئی تھی پتھر کے بیچ میں آگ ہلکی ہلکی جل رہی تھی۔

عنبر نے پہلے تو یہ فیصلہ کیا کہ وہ انسانی بن مانس پر حملہ کر دے اور اسے ہلاک کر کے زارینہ کو آزاد کرائے۔ پھر سوچا کہ اس طرح سے زارینہ کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے اور انسانی عفریت اسے ہلاک کر سکتا ہے۔ عنبر کو اتنا راستہ بھی نہیں مل رہا تھا کہ وہ انسانی عفریت کو جگائے بغیر رینگ کر زارینہ کے پاس پہنچے اور اسے باہر نکال کر لے آئے۔

عنبر نے پتھر کے ایک چبوترے سے دیکھا کہ انسانی عفریت کی آنکھ پوری کھلی تھی مگر وہ گہری نیند سو رہا تھا اور خوفناک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خراٹے لے رہا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ کیوں نہ وہ باہر سے کوئی بانس توڑ کر لائے اور انسانی عفریت کی آنکھ پھوڑ ڈالے لیکن اس میں بھی خطرہ تھا کہ انسانی عفریت غصے میں آ کر زارینہ کو ہلاک کر ڈالے گا۔ عنبر نے فیصلہ کیا کہ کسی طرح سے اس انسانی عفریت کو غار سے باہر نکالنا چاہیئے۔

عنبر چپکے سے دبے دبے قدم اٹھاتا ٹیلے کے سوراخ سے باہر نکل آیا اور کچھ فاصلے پر پتھروں کے پیچھے چھپ گیا۔ اور زور سے آواز نکالی۔ پھر چار بار بلند آواز میں آوازیں نکالنے کے بعد عنبر کو ٹیلے کے اندر سے انسانی عفریت کے ڈکرانے اور وحشیانہ جانوروں ایسی چیخوں کی آوازیں سنائی دیں۔ عنبر نے دیکھا کہ انسانی عفریت سخت طیش کی حالت میں ٹیلے کے غار میں سے جھک کر باہر نکل آیا۔ زارینہ اس نے اپنے ایک ہاتھ میں دبوچ رکھی تھی۔ وہ اسی طرح خوف کے مارے بے ہوش تھی۔

عنبر نے دیکھا کہ انسانی عفریت اونچا لمبا اور بالکل ایک جن لگتا تھا۔ اس کا سر ٹیلے کے اوپر تک پہنچ رہا تھا اور چاندنی رات میں اس کے ماتھے کی سرخ آنکھ میں سے چنگاریاں سی پھوٹ رہی تھیں۔ انسانی عفریت اس شخص کو تلاش کر رہا تھا۔ جس نے شور مچا کر اس کو جگا دیا تھا۔ وہ اس شخص

کے ٹکڑے اڑا دینا چاہتا تھا۔ غصے سے اس کے چوڑے چوڑے لٹکے ہوئے ہونٹوں سے جھاگ نکل رہی تھی۔

عنبر نے ایک داؤ سوچا اور ریت پر رینگتا ہوا ٹیلے کی دوسری طرف آگیا۔ وہ ٹیلے پہ چڑھ گیا۔ اس کی سکیم یہ تھی کہ وہ ٹیلے کے اوپر سے انسانی عفریت کے کاندھے پر چھلانگ لگا کر اس کی آنکھ کو پھوڑنے کی کوشش کرے گا وہ جونہی ٹیلے کی چوٹی پہ آیا اسے انسانی عفریت کا سر اپنی طرف اکلوتی آنکھ سے گھورتا بالکل سامنے دکھائی دیا۔ عنبر زرا سا پیچھے ہٹا۔ انسانی عفریت نے عنبر کو دیکھتے ہی ایک بھیانک چیخ ماری اور اپنا خالی ہاتھ عنبر کے جسم پر اٹھا کر زور سے مارا۔ عنبر میں اگر طاقت نہ ہوتی تو اس کے جسم کے پرخچے اڑ گئے ہوتے۔ مگر انسانی عفریت کے ہاتھ کی زبردست ضرب نے عنبر کو اپنی جگہ سے ہلا دیا۔

عنبر نے دیکھا کہ زارینہ انسانی عفریت کے دوسرے ہاتھ میں تھی۔ عنبر نے ٹیلے کی چوٹی پر سے انسانی عفریت کے کاندھے پر چھلانگ لگا دی اور اس کی بالوں بھری گردن کو دبانے لگا۔ مگر اتنے بڑے انسانی عفریت کی ہاتھی ایسی گردن کو دبانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ انسانی عفریت نے زارینہ کو اپنے پاؤں کے پاس رکھ دیا اور دونوں لمبے لمبے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سب نوں ایسے ہاتھ اوپر اٹھائے اور عنبر کو اپنے ہاتھ کی لمبی لمبی انگلیوں میں جکڑ کر زور سے دبایا۔ لیکن عنبر پر اس کے زبردست دباؤ کا کوئی اثر نہ پڑا۔ اور اس نے انسانی عفریت کے ہاتھوں سے اچھل کر چھلانگ لگائی اور اس کے سر پر آ کر بالوں کو پکڑ لیا۔

انسانی عفریت نے جھنجلا کر سر کو زور سے جھٹکا۔ عنبر اس کے سر کے بالوں میں سے جھٹکا کھا کر نیچے گر پڑا انسانی عفریت نے اس کے اوپر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ عنبر اس کے پاؤں کے نیچے ایسے دب گیا جیسے کوئی مینڈک ہو۔ مگر عنبر کا کچھ نہیں بگڑا اور وہ ریت کے نیچے ہی نیچے سے رینگ کر باہر نکل آیا۔ اچھی بات یہ تھی کہ زارینہ ابھی تک بے ہوش پڑی تھی۔ ورنہ اگر وہ ہوش میں آ جاتی تو ہو سکتا ہے کہ ڈر کر بھاگنے کی کوشش کرتی اور انسانی عفریت اسے پکڑ کر دو ٹکڑے کر ڈالتا۔

عنبر ریت میں سے نکل کر بھاگ کر ایک بار پھر ٹیلے کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ اس نے ایک نوکیلا پتھر اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ چوٹی پر آتے ہی اس نے انسانی عفریت پر چھلانگ لگا دی اور اس کے سر پر آتے ہی نوکیلے پتھر کو زور سے انسانی عفریت کی اکلوتی آنکھ پر دے مارا۔

عنبر نے اپنی پوری طاقت سے حملہ کیا تھا۔ انسانی عفریت کی آنکھ میں پتھر کی نوک دھنستی چلی گئی۔ انسانی عفریت گھبرا گیا اس نے درد کے مارے ایک چیخ بلند کی۔ اور عنبر کو پکڑنا چاہا۔ مگر عنبر دھڑا دھڑ نوکیلا پتھر انسانی عفریت کی آنکھ میں مار رہا تھا۔ آنکھ پھوٹ گئی تھی اور اس میں سے سیاہ خون نکلنے لگا تھا۔

عنبر نے آخری بار اتنی زور سے پتھر مارا کہ سارا پتھر انسانی عفریت کی آنکھ میں دھنس گیا اور عفریت درد کی شدت سے آنکھ پر دونوں ہاتھ رکھے پتھر کو باہر نکالنے کی کوشش میں اچھلنے لگا۔ زمین اس کے اچھلنے سے ہلنے لگی زارینہ کو بھی ہوش آ گیا۔ اور اس نے عنبر کو عفریت کے کاندھے پر سے نیچے چھلانگ لگاتے دیکھ کر چلا کر کہا۔

"عنبر! مجھے بچاؤ۔"

زارینہ کا خیال تھا کہ انسانی عفریت اسے ہلاک کرنے والا ہے۔ عنبر چھلانگ لگانے کے بعد لپک کر زارینہ کے پاس آیا اور اسے اٹھا کر گھسیٹتا ہوا انسانی عفریت سے دور لے گیا اور کہا۔

"انسانی عفریت مر رہا ہے۔ تم درختوں کے جھنڈ کی طرف بھاگ جاؤ۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

زارینہ نے خوف سے بھری ہوئی آواز میں کہا۔

"وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

عنبر بولا۔ "نہیں۔ میں اس کی موت کا انتظار کروں گا۔ تم چلو۔ جلدی چلو۔ دیر نہ کرو۔"

اور عنبر نے زارینہ کو وہاں سے درختوں کے جھنڈ کی طرف بھگا دیا۔ انسانی عفریت کی جان اس کی آنکھ میں تھی آنکھ پھوٹ جانے کی وجہ سے اس پر موت کی حالت طاری ہو گئی تھی اور وہ لڑکھڑانے لگا تھا۔ پھر وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ عنبر جلدی سے اس کے قریب آیا۔ انسانی عفریت کے حلق سے غرغراہٹ کی آوازیں نکل رہی تھیں اس کی آنکھ میں نوکیلا پتھر اس طرح پھنسا ہوا تھا اور چاندنی میں آنکھ کے اندر سے سیاہ خون نکلتا صاف نظر آ رہا تھا۔

انسانی عفریت کا سارا جسم تڑپ رہا تھا۔ لرز رہا تھا پھر یہ تڑپتا، لرزتا ہوا جسم آہستہ آہستہ ساکت ہو کر ٹھنڈا اور مردہ ہو گیا۔ انسانی عفریت کی جان نکل چکی تھی عنبر نے دیکھا کہ انسانی عفریت کے مرتے ہی سمندر میں ایک طوفان سا آگیا اور ایک بڑی لہر سمندر میں سے

اٹھ کر ریت پر اس جگہ آئی جہاں انسانی عفریت کی لاش پڑی تھی۔ پانی کی یہ اونچی لہر انسانی عفریت کے اوپر آ کر گری اور پھر اسے گھسیٹتی ہوئی اپنے ساتھ ہی واپس سمندر میں لے گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہاں نہ انسانی عفریت کی لاش باقی تھی اور سمندر میں کوئی طوفان ہی تھا۔ ایک بار پھر چاروں طرف گہری خاموشی اور سکون چھا گیا تھا۔

عنبر حیران ہوا کہ اس انسانی عفریت کا سمندر کی لہروں سے کیا خفیہ رشتہ تھا کہ وہ اس کی لاش کو لینے خشکی پر آگئی تھیں اور اس کی لاش لے کر واپس چلی گئی ہیں؟

عنبر کو اب زارینہ کا خیال آیا۔ وہ بھاگ کر درختوں کے جھنڈ میں گیا۔ زارینہ دہشت کے مارے درخت کے پاس سمٹی بیٹھی تھی اور آہستہ آہستہ سسکیاں بھر رہی تھی۔ عنبر نے کہا۔

"اب ڈرنے اور رونے کی کوئی وجہ نہیں ہے میں نے عفریت کو ہلاک کر دیا ہے اور سمندر کی لہریں اس کی لاش کو لے کر سمندر میں گم ہو گئی ہیں۔"

زارینہ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا لئے اور بولی۔ "اے دیوتاؤ! تم نے میری جان بچائی اب مجھے یہاں سے نکال کر میرے گھر پہنچا دو۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور وہ رونے لگی۔ عنبر نے کہا۔

"اس کا بھی انتظام ہو چکا ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" زارینہ نے چونک کر کہا۔

عنبر بولا۔

"انسانی عفریت جس کشتی پر سوار ہو کر اس جزیرے میں آیا تھا وہ کشتی سمندر کے کنارے کھڑی ہے۔"

"نہیں نہیں۔ میں اس منحوس کشتی میں نہیں بیٹھوں گی۔"

عنبر نے کہا۔ "کیا بچوں ایسی باتیں کر رہی ہو زارینہ ہمیں ہر حالت میں اس منحوس جزیرے سے نکلنا ہوگا۔ یہ موقع ایک سنہری موقع ہے۔"

دن نکلا تو عنبر نے زارینہ کو ساتھ لے کر انسانی عفریت کی بڑی کشتی دکھائی۔ زارینہ اس کشتی میں بیٹھ کر سمندر میں سفر کرنے پر تیار ہو گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ کشتی میں پانی کا ایک بڑا مٹکا بھرا ہوا پڑا تھا۔ اور کچھ کچے اور سوکھے پھل بھی رکھے ہوتے تھے۔ یہ ایک نیک فال تھی۔

عنبر نے کہا۔

"ہمیں آج ہی اس کشتی میں بیٹھ کر یہاں سے نکل جانا چاہئے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ کشتی میں پانی بھی ہے اور کھانے کے لئے کچھ سوکھے پھل بھی ہیں۔"

عنبر اور زارینہ کشتی میں سوار ہو گئے۔ انہوں نے کشتی کا بادبان کھول دیا اس میں ہوا بھر گئی اور کشتی نے سمندر کی لہروں پر بہنا شروع کر دیا۔ موسم خوشگوار تھا۔ ہوا خوب چل رہی تھی۔ جس کی وجہ سے کشتی لہروں پر تیزی سے بہتی ہوئی جزیرے سے دور ہٹتی ہوئی کھلے سمندر میں نکل گئی۔ دن بھر کشتی کھلے سمندر میں سفر کرتی رہی۔ عنبر اپنے اندازے کے مطابق مغرب کی طرف کشتی کا رخ کئے ہوتے تھا۔ کیونکہ روم کی بندرگاہ انتباخ مغرب ہی کی جانب تھی۔ اس سمندری راستے پر وہ جہاز بھی جا رہا تھا جو چٹان سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا تھا۔

جب رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تو جزیرہ نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ اور اب عنبر اور زارینہ کی کشتی بیکراں سمندر کی وسعتوں میں بہتی چلی جا رہی تھی۔ رات کو زارینہ اور عنبر نے کچھ سوکھے پھل کھا کر پانی پی لیا۔ زارینہ نے عنبر سے پوچھا کہ اس نے اتنے بڑے عفریت کو کیسے ہلاک کیا؟ عنبر نے کہا۔

"میں نے عقل مندی سے کام لیا تھا۔ ورنہ اس کی طاقت مجھ سے کہیں زیادہ تھی۔"

عنبر نے ابھی تک زارینہ کو اپنی طاقت کے بارے میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کچھ نہیں بتایا تھا۔ اس کا اصول رہا تھا کہ وہ خواہ مخواہ کسی کو اپنی طاقت نہیں جتاتا تھا۔ اس نے کہا۔

"میں ٹیلے پر چڑھ گیا۔ میرے پاس نوکیلا پتھر تھا اور میں نے عفریت کے سر پہ چھلانگ لگا کر اس کی آنکھ پھوڑ ڈالی تھی۔"

زارینہ بولی: "عنبر! میں نے تم سے زیادہ بہادر آدمی آج تک نہیں دیکھا۔ تم نے میری جان بچائی ہے۔ میرے ماں باپ تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

عنبر نے جواب نہ دیا۔ وہ بادبان کا رخ مغرب کی طرف کر رہا تھا جو ذرا سا مشرق کی طرف کھسک گیا تھا۔ رات گزر گئی۔ پھر دن نکل آیا اور دن بھی گزر گیا۔ کشتی بڑے سکون سے سمندر میں سفر کرتی رہی۔ عنبر نے زارینہ سے کہا۔ "اگر ہم اسی طرح سفر کرتے رہے تو کل شام کو ہمیں روم کا ساحل نظر آجائے گا۔"

عنبر نے سمندر کی لہروں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"لہریں پرسکون ہیں۔ ہمارا سفر آرام سے کٹ جائیگا۔"

لیکن اسی رات ایک عجیب و غریب واقعہ ہوا۔

چاندنی رات میں ان کی کشتی سمندری لہروں پر بہی چلی جا رہی تھی۔ ہر طرف خاموشی اور سکوت تھا۔ چاندنی رات

میں سمندر کی لہریں چمک رہی تھیں۔ آسمان پہ ستارے روشن تھے۔ عنبر کشتی کے کونے میں بیٹھا سوکھے پھلوں کو تھیلے میں سے نکال کر کھلی ہوا میں رکھ رہا تھا۔ زارینہ کو نیند آرہی تھی اور وہ کشتی کے تختے پہ لیٹی سونے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کا منہ سمندر کی طرف تھا۔ اچانک اسے یوں نظر آیا جیسے کسی عورت کا سر کشتی کے کنارے سے لگا اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔ پہلے تو وہ سمجھی کہ شاید وہ خواب دیکھ رہی ہے۔ لیکن جب اس نے اپنے سر کو جھٹک کر دیکھا تو یہ ڈیلفی دیوی کے لکڑی کے بت کا کٹا ہوا سر تھا جو سمندری لہروں سے نکل کر کشتی کے کنارے کے ساتھ لگا اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ پھر کٹے ہوئے سر نے اپنی آنکھیں جھپکیں تو زارینہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی اور عنبر کی طرف لپکی۔ عنبر اس کی چیخ کی آواز سن کر گھبرا گیا۔ "کیا ہوا زارینہ؟"

"وہ ___ وہ دیکھو۔"

زارینہ سے خوف کے مارے بات نہیں ہو رہی تھی۔ وہ کشتی کے کنارے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ عنبر نے جب ڈیلفی کے کٹے ہوئے سر کو کشتی کے کنارے پہ ٹکا ہوا دیکھا تو ایک بار تو وہ بھی ڈر گیا۔ اس نے زارینہ کو حوصلہ دیا اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آگے بڑھا۔ ڈلیفی کا سر اس کی طرف قہر آلود نظروں سے تکنے لگا۔ عنبر نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ سر نیچے سے کٹا ہوا تھا اور کشتی کے ساتھ یوں لگا تھا جیسے نیچے سے کسی نے پکڑ رکھا ہو۔ عنبر نے سر کو پیچھے سمندر میں دھکیل دیا۔ ڈلیفی کا سر ایک طرف کو گھوما اور پھر ایک رگوں کو جما دینے والی چیخ کے ساتھ سمندر میں گر گیا۔ سمندر میں گرتے ہی ایک زبردست طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ آسمان پر نہ کوئی بادل تھا۔ نہ کوئی آندھی چل رہی تھی اور نہ کوئی بجلی چمک رہی تھی مگر لہریں بلند ہو ہو کر اوپر اٹھنے اور کشتی سے ٹکرانے لگیں۔ زاربینہ خوف زدہ ہو کر کشتی کے تختے سے چمٹ گئی۔ کشتی طوفانی لہروں پر اوپر نیچے ہونے لگی۔ لہروں کا بھیانک شور بلند ہو رہا تھا جیسے وہ بے تحاشا چٹانوں کے ساتھ ٹکرا رہی ہوں۔ کشتی کھلونے کی طرح طوفانی لہروں پر اچھل رہی تھی۔

عنبر نے چلا کر زاربینہ سے کہا کہ وہ بادبان والے لکڑی کے ستون کے ساتھ لگ کر بیٹھ جائے۔ زاربینہ لکڑی کے ستون سے چمٹ گئی۔ عنبر نے اس کو اسی کے ساتھ ستون سے باندھ دیا۔ اور خود چپو لے کر کشتی کو طوفانی لہروں سے نکالنے کی کوشش شروع کر دی۔ مگر یہ کوئی آسیبی یا غیبی طوفان تھا۔ لہروں کی آوازیں اور شور سیٹیاں بجا رہا تھا۔ کبھی اوپر

جاتی اور کبھی نیچے لہروں کے ساتھ سمندر کی تہہ میں اتر جاتی۔ لہروں کے شور میں کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ عنبر سمجھ گیا تھا کہ یہ دیوی ڈلیفی کا پیدا کیا ہوا طوفان ہے اور اس کے پاس اس طوفان سے بچنے کیلئے کوئی تدبیر نہیں تھی۔

طوفانی لہروں میں سے اچانک دیوی ڈلیفی کا لکڑی کا سر اچھل کر کشتی کے ستون کے اوپر آکر ٹک گیا اور یوں چیخوں کی آوازیں آنے لگیں۔ جیسے بہت سی چڑیلیں رو رہی ہوں۔ چلا رہی ہوں۔ زاربینہ تو دہشت کے مارے ایک بار پھر بے ہوش ہو گئی تھی۔ اگر وہ ستون کے ساتھ نہ بندھی ہوئی ہوتی تو اب تک سمندری لہریں اسے اپنے اندر نگل چکی ہوتیں۔ ستون کے اوپر لگا ہوا ڈلیفی کا لکڑی کا سر جیسے قہقہے لگا لگا کر ہنس رہا تھا۔ اس کی آواز لہروں کی چیخوں میں گھل مل جا رہی تھی۔ عنبر کو عجیب مصیبت کا سامنا کرنا پڑ گیا تھا۔

وہ کشتی کے چپو چلاتے ہوئے طوفان سے نکال لے جانے کی سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔ مگر کشتی اب بھنور میں پھنس چکی تھی اور ایک ہی جگہ تیزی سے گول دائرے میں چکر لگانے لگی تھی۔ یہ بڑی خطرناک بات تھی۔ وہ کسی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بھی وقت الٹ کر لہروں کے کنوئیں میں غرق ہو سکتی تھی۔

عنبر نے نارینہ کی طرف دیکھا وہ ستون کے ساتھ رسی سے بندھی، گردن ایک طرف ڈھلکائے بے ہوش تھی۔ عنبر نے دیوی ڈیلفی کے سر کی طرف منہ اٹھا کر چیخ کر کہا۔ "اگر تم دیوی ڈیلفی ہو تو اس غریب رومن لڑکی کو کس جرم کی سزا دے رہی ہو؟ مجھ سے چاہے جو سلوک کرو مجھ پر اسکا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ لیکن اس غریب لڑکی پر تو رحم کرو۔

دیوی ڈیلفی کا ایک بھیانک قہقہہ بلند ہوا اور اس نے کہا "تم نے میرے سر کو سمندر میں دھکا دے کر میری توہین کی ہے۔ میں تم دونوں سے اس کا بدلہ لوں گی۔ میں جانتی ہوں تم موت کے پنجے سے آزاد ہو گئے ہوئے ہو۔ لیکن میں تمہیں بھی ایک ایسی سزا دوں گی کہ تم جب تک زندہ ہو اسے یاد کرتے رہو گے۔"

عنبر نے کہا: یہ تمہاری بھول ہے ڈیلفی — لیکن میں تم سے گذارش کروں گا کہ تم مجھے چاہے جو سزا دے لو۔ مجھے قبول ہے۔ مگر اس لڑکی پر رحم کرو۔ یہ بے گناہ ہے۔"

ڈیلفی کی آواز آئی۔ "میں اس پر بھی رحم نہیں کروں گی۔ میں تم پر بھی رحم نہیں کروں گی۔ میں اپنے آپ پر بھی رحم نہیں کرونگی۔ ہا ہا ہا۔"

ڈیلفی نے ایک پاگلوں ایسا قہقہہ بلند کیا اور آسمان کی طرف آنکھیں اٹھا کر قہر بھری نظروں سے دیکھا۔ آسمان میں سے بجلی کا ایک کوندا کڑاکے دار آواز کے ساتھ عنبر کے سر کے اوپر لپکتا ہوا آگے نکل گیا۔ ڈیلفی کی آواز آئی۔

"تم اس کڑکتی بجلی سے نہ بچ سکو گے عنبر!"

اب عنبر کو بھی فکر ہونے لگا کہ کہیں سچ مچ اس کڑکتی بجلی کی زد میں آ کر وہ کہیں بھسم ہو کر نہ رہ جائے۔

عین اس وقت عنبر نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سمندری سانپ لہروں کے اوپر سے ہوتا ہوا ایک طرف کو بھاگا جا رہا تھا۔ عنبر کو ناگ نے سانپوں کی بولی سکھا رکھی تھی۔ اور سانپ کو عنبر میں سے دیوتا کی بو بھی آنے لگی تھی وہ وہیں لہروں پر رک گیا۔ اور عنبر کے پاس لہروں کے اوپر آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور بولا۔

اے عظیم ناگ کے بھائی! میں تمہیں طوفان سے باہر نکالنے آیا ہوں۔"

عنبر نے کہا "میں طوفان سے اپنے آپ نکل آؤں گا۔ پہلے اس کشتی کے اوپر جو لکڑی کا سر لٹک رہا ہے اس کو یہاں سے ہٹا دو۔" یہ طوفان اس کٹے ہوئے سر کا لایا ہوا ہے۔"

سانپ نے جو ایک بڑے اژدہا سے ملتا جلتا تھا۔ اپنی لال

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لال آنکھیں چمکا کر اوپر ڈیلفی کے سر کو دیکھا۔ ڈیلفی کے سر نے ایک چیخ بلند کی کہ شاید سانپ ڈر کر بھاگ جائے، مگر سانپ ڈرنے والی جنس نہیں تھی۔ اس نے لہروں کے اوپر بیٹھے ہی بیٹھے ایک بار جو ہوا میں اچھل کر چھلانگ لگائی جو پوری طاقت سے ڈیلفی کے سر سے جا ٹکرایا۔

ڈیلفی کا کٹا ہوا سر سانپ کے ساتھ ہی سمندر میں گر گیا عنبر نے دیکھا کہ سانپ سمندر کی طوفانی لہروں میں سے نکل کر باہر آ رہا ہے اور اب طوفان ایکدم سے تھم گیا تھا اور کشتی یوں پر سکون ہو گئی تھی جیسے سمندر میں کبھی طوفان ہی نہ آیا ہو۔ یہ سمندری سانپ ایک اژدہا کی قسم کا تھا۔ اس کو عنبر کے جسم سے ناگ دیوتا کی بو آ رہی تھی اس نے عنبر کو جھک کر کہا۔

"ناگ دیوتا کے عظیم بھائی۔ میں نے آپ کو ڈیلفی دیوی کے جادو سے بچا لیا ہے یہ میرا فرض تھا۔"

عنبر نے کہا۔ "تمہارا شکریہ! لیکن کیا تم ہماری کشتی کو سمندر سے نکال کر تیزی کے ساتھ ساحل تک پہنچا دو گے؟"

"ناگ دیوتا کے عظیم بھائی! میں مجبور ہوں۔"

"وہ کیوں؟"

ناگ نے حیرانی سے پوچھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار کسی سانپ

کی زبان سے انکار سن رہا تھا۔

سانپ نے کہا۔

"ناگ دیوتا نے، ناگوں کی دنیا کا کوئی زبردست اصول توڑ دیا ہے جس کی سزا کے طور پر شیش ناگ نے دنیا کے تمام سانپوں کے نام حکم جاری کر دیا ہے کہ ناگ کے کسی حکم پر عمل نہ کیا جائے۔ اس لئے میں آپ کا بھی حکم نہیں مان سکتا۔ کیونکہ آپ ناگ کے بھائی ہیں۔"

عنبر تو یہ سن کر بھونچکا سا ہو کر رہ گیا کہ یہ کیسا انقلاب آ گیا ہزاروں سال کے سفر میں ایسا پہلی بار ہو رہا تھا کہ سانپ ناگ دیوتا کا حکم ماننے سے انکار کر رہے تھے۔ عنبر نے سوچا کہ خدا جانے ناگ نے کیا اصول توڑا ہے اور اس کو کیا مجبوری آن پڑی تھی کہ اسے اصول توڑنا پڑ گیا۔ اس نے سانپ سے پوچھا کہ کیا ناگ کی ساری طاقت اس سے چھین لی گئی ہے؟

سانپ نے کہا۔

"نہیں۔ ناگ دیوتا کی باقی ساری طاقت اس کے پاس ہی ہے۔"

یہ کہہ کر سانپ سلام کر کے سمندر میں غائب ہو گیا۔ عنبر نے جلدی سے زاربینہ کو کشتی کے مستول سے کھولا اور اسے ہوش میں لانے کے بعد بتایا کہ طوفان تھم گیا ہے اور اب ہم خطرے سے باہر نکل گئے ہیں۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

شاہی قیدی کا فرار

صبح کے وقت کشتی کنارے کے ساتھ جا لگی۔

یہ انتیاخ شہر کی رومن بندرگاہ تھی۔ زارینہ جس رومن امیر کی بیٹی تھی اس کو یہاں بہت لوگ جانتے تھے۔ زارینہ نے ایک رات اپنے باپ کے رومن دوست کے گھر قیام کیا دوسرے دن زارینہ اور عنبر کو گھوڑ سواروں کے حفاظتی دستے کے ساتھ روم شہر کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ ایک دن اور ایک رات کے سفر کے بعد زارینہ اور عنبر روم پہنچ گئے زارینہ کے باپ کی شاندار حویلی کسی محل سے کم نہیں تھی۔ وہ بادشاہ کے دربار کا امیر تھا۔ اپنی بیٹی کو دیکھ کر زارینہ کا باپ اور اس کی ماں بہت خوش ہوئے۔ سب بھائی بہن زارینہ سے گلے ملے۔ زارینہ نے بتایا کر اسے ایک خونخوار

بلا محل کی چھت سے اٹھا کر ایک ویران جزیرے میں لے گئی تھی۔ پھر اس نے عنبر کی طرف اشارہ کیا اور کہا

"اگر عنبر مجھے نہ بچاتا تو آج میں آپ کے پاس نہیں پہنچ سکتی تھی۔"

زارینہ کے ماں باپ اور بہن بھائیوں نے عنبر کا شکریہ ادا کیا۔ اس رات حویلی میں خوشی کا جشن منایا گیا اور شاہی محل کی شہزادیوں نے بھی شرکت کی۔ عنبر اگرچہ اس جشن میں شریک تھا مگر اس کا دل ناگ ماریا اور کیٹی کے لئے اداس تھا۔ اسے ابھی تک ان تینوں کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ دوسرے روز وہ روم شہر میں نکل گیا اور جگہ جگہ ناگ اور ماریا کی خوشبو لینے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر ان کی خوشبو یہاں کہیں بھی نہیں تھی۔ روم بہت بڑا شہر تھا اور شہنشاہ روم کا پائے تخت تھا یونہی پھرتے پھراتے وہ شہر کی تنگ و تاریک گلیوں میں نکل گیا۔ یہاں بڑے غریب غلام لوگ رہتے تھے جو بادشاہ کے محل میں گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتے اور وہیں رہا کرتے تھے انہیں قسمت ہی سے اپنے گھر اپنے بال بچوں میں آنا نصیب ہوتا تھا۔ عنبر ایک مکان کے قریب سے گزرا تو اس کے اندر سے کسی عورت کے رونے کی آواز آئی۔ وہ رک گیا سوچا شاید اس عورت کا کوئی مر گیا ہے جو وہ رو رہی ہے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر کا دل پسیج گیا۔ اس نے سوچا کہ اس عورت سے پوچھنا چاہیے کہ وہ اس قدر دکھی کیوں ہے اور اس کا کون مر گیا ہے۔ عنبر نے دروازے پہ آہستہ سے ہاتھ مارا تو وہ کھل گیا۔ اندر عورت کے رونے کی آواز بند ہو گئی اور اُس نے گڑگڑا کر وہیں سے آواز دی۔

"نہیں نہیں میں نہیں روتی تھی۔ میرے بچوں پہ رحم کرو۔ اسے نہ لے جانا۔ میرے بچوں پہ رحم کرو۔"

عنبر حیران ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مکان کی تاریک ڈیوڑھی میں اندھیرا تھا۔ اس اندھیرے میں عنبر نے ایک جوان عورت کو دیکھا کہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے اپنے سینے سے دو بچوں کو لگائے سہمی ہوئی نظروں سے عنبر کو تک رہی ہے اور اسکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور وہ کہہ رہی ہے۔

"میرے بچوں کو نہ لے جانا۔ مجھ سے میرے بچے نہ چھینو میں نہیں رو رہی۔ میں اپنے خاوند کو یاد نہیں کر رہی۔"

عنبر نے قریب جا کر کہا۔

"بہن، تم مجھ سے کیوں گھبرا رہی ہو؟ میں تمہارے بچے تم سے چھین کر لے جانے کے لئے نہیں آیا۔ میں تو گلی سے گزرتے ہوئے تمہارے رونے کی آواز سنی تو اندر یہ پوچھنے چلا آیا کہ تم کیوں رو رہی ہو؟ تمہیں کیا دکھ ہے؟"

عورت کھلی ہوئی حیران آنکھوں سے عنبر کو تک رہی تھی۔ اس کے بچے بھی جو چھوٹے تھے سہم کر اس کے ساتھ لگے تھے۔

اس عورت نے عنبر کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور پوچھا۔

"کیا تم بادشاہ سیزر کے سپاہی نہیں ہو؟"

عنبر نے کہا۔ "بالکل نہیں۔ میں تو ملک مصر کا رہنے والا ہوں۔ میرا نام عنبر ہے اور اس ملک کی سیر کرنے آیا ہوں۔"

عورت نے سر جھکا لیا اپنے بچوں کو ٹوٹی ہوئی چارپائی پہ لٹا دیا اور خود آنسو بہانے لگی۔ عنبر نے کہا۔ "بہن! تم کیوں رو رہی ہو؟ مجھے بتاؤ۔ کیا ہو گیا ہے تمہارے ساتھ؟"

عورت نے بھیگی پلکیں اٹھا کر کہا۔

"میرے ساتھ بڑا ظلم ہونے والا ہے۔"

عنبر نے پوچھا۔ "آخر وہ کون سا ظلم ہے بہن کچھ مجھے بھی تو بتاؤ۔"

عورت بولی: "تمہاری ہمدردی کا شکریہ بھائی۔ مگر میری کوئی بھی انسان مدد نہیں کر سکتا۔"

"آخر ایسی کون سی بات ہو گئی ہے بہن؟"

عورت نے کہا۔ "میرا خاوند، میرے ان دو بچوں کا باپ شہنشاہ سیزر کے اصطبل میں گھوڑوں کا سائیس تھا۔ چند روز پہلے وہ ایک شاہی گھوڑے کو جنگل میں گھما پھرا رہا تھا کہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اتفاق سے گھوڑا ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا اسے
چوٹ آگئی۔ بادشاہ کے سپاہیوں نے اسے پکڑ کر جیل میں
ڈال دیا اور آج رات بادشاہ کے حکم سے اسے صلیب پر
چڑھایا جا رہا ہے۔"

اور وہ جوان دکھی عورت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی
اس کو روتا دیکھ کر اب اس کے بچوں نے بھی رونا شروع کر
دیا۔ عنبر کا دل ہل گیا۔ اس نے اسی وقت دل میں فیصلہ
کر لیا کہ وہ اس عورت کے خاوند اور ان معصوم بچوں کے
بے گناہ باپ کی ہر حالت میں جان بچائے گا۔ اس نے عورت
کو تسلی دی اور کہا۔

"میری بہن اپنے آنسو پونچھ لو اور مجھے بتاؤ کہ تمہارے
خاوند کس جگہ رکھا گیا ہے؟"

جوان عورت نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"تم پوچھ کر کیا کرو گے بھائی۔ میرا سہاگ آج رات اجڑ
جائے گا۔ میرے بچے یتیم ہو جائیں گے۔ میرا اس دنیا میں
کوئی نہیں جو ان بچوں کی پرورش کرے۔"

اور وہ پھر رونے لگی۔ عنبر نے کہا۔

"بہن مجھے بتاؤ کہ تمہارے خاوند کا نام کیا ہے اور اسے
کس قید خانے میں ڈالا گیا ہے۔ میں اسے بچانے کی کوشش

کروں گا۔"

عورت چپ سی ہو کر رہ گئی اور عنبر کو تکنے لگی۔ پھر
ناامیدی کے ساتھ بولی۔

"تم کیسے بچا سکو گے میرے خاوند کو بھائی۔ وہ شاہی
قیدی ہے۔ روم کے پہاڑی والے قید خانے میں تو کوئی پرندہ
بھی پر نہیں مار سکتا۔ تم اسے کیسے بچا سکو گے۔"

عورت سسکیاں بھرنے لگی۔ عنبر نے اس سے اس کے
خاوند کا نام پوچھا اس نے آنسو پونچھ کر کہا

"گلوٹیس اس کا نام ہے وہ جوان اور خوبصورت ہے۔
ہم ملک شام کے رہنے والے ہیں۔ میرا خاوند غلام بنا کر
فروخت کر دیا گیا تھا۔ ہائے میں اس کے بغیر کیسے زندہ رہوں گی۔"

عنبر کو معلوم تھا کہ جب وہ اس کے خاوند گلوٹیس کو آزاد
کرا کر فرار کروائے گا تو رومن سپاہی سب سے پہلے اس کے گھر
اسے تلاش کرنے آئیں گے اور اس کی بیوی بچوں کو قتل کر ڈالیں گے
اس لئے سب سے پہلے اس عورت کو اس کے دونوں بچوں کو کسی
محفوظ جگہ پر پہنچانا ضروری تھا۔ عنبر نے اس عورت سے کہا۔

"بہن! میں تمہارے خاوند کو بچا کر لے آؤں گا۔ مگر تمہیں
یہاں سے نکل کر کسی محفوظ اور خفیہ جگہ پناہ لینی ہوگی تاکہ جب
میں تمہارے خاوند کو لے کر تمہارے پاس آؤں تو تم دونوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اپنے بچوں کو لے کر اس ملک سے فرار ہو سکو؟"

عورت حیرانی سے عنبر کا منہ تک رہی تھی کہ یہ کس قسم کی باتیں کر رہا ہے۔ بھلا آج تک کوئی ایسا آدمی پیدا ہوا تھا جو شہنشاہ روم ایسی زبردست طاقت سے ٹکر لے سکے؟ اور عنبر خود شکل اور لباس سے ایک غریب مزدور یا غلام لگتا تھا۔ عنبر سمجھ گیا کہ عورت کو اس کی باتوں پر اعتبار نہیں آ رہا۔ اس نے کہا۔

"بہن! وقت بہت کم ہے۔ مجھے فوراً بتاؤ کہ کیا تم اس شہر سے باہر کسی خفیہ جگہ چھپ سکتی ہو؟"

عورت کو عنبر کے پر اعتماد لہجے نے اب متاثر کر دیا تھا اس نے کہا "نہیں ۔ میں ۔ میں ایسی کوئی جگہ نہیں جانتی۔"

عنبر نے ایک پل کے لئے کچھ غور کیا اور بولا۔

"ٹھیک ہے تم بچوں کو لے کر میرے ساتھ آؤ۔"

عورت نے جلدی جلدی دونوں بچوں کو اٹھایا اور عنبر اسے لے کر مکان سے باہر نکل کر گلی میں آ گیا روم میں وہ صرف ایک ہی مکان سے واقف تھا اور وہ زارینہ کی شاہی محل ایسی حویلی تھی اسے معلوم تھا کہ جب اس نے غلام گلوٹیس کو فرار کروا دیا تو شاہی سپاہی شہر میں اسے ہر جگہ تلاش کرتے پھریں گے۔ مگر زارینہ

کی شاہی حویلی میں کوئی نہیں آئے گا۔ کسی کو شک ہی نہیں پڑ سکتا کہ مفرور غلام بھاگ کر شہنشاہ کے ایک امیر کی حویلی میں بھی آ کر چھپ سکتا ہے۔ عنبر اس عورت کو لیکر زارینہ کی حویلی میں آ گیا۔ اس نے زارینہ کو بتایا کہ یہ میری ایک دُور کی رشتے دار خاتون ہے۔ جو شادی کے بعد مصر سے نکل کر روم آ گئی تھی۔

"اس کا خاوند بے چاری کا فوت ہو چکا ہے اور اب یہ اکیلی رہ گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ روم سے واپس جاتے ہوئے اسے اپنے ساتھ مصر لے چلوں گا"

زارینہ کی جانے بلا کہ یہ جوان عورت ایک ایسے غلام کی بیوی ہے۔ جس کو شہنشاہ کی جانب سے آج رات سزائے موت دی جا رہی ہے اور صلیب پر لٹکایا جا رہا ہے۔ اس نے عنبر کی بات پر یقین کرتے ہوئے اس عورت سے بڑی شفقت کا اظہار کیا۔ اسے کنیزوں سے کہلوا کر نئے کپڑے پہنائے۔ اس کے بچوں کو بھی نئے کپڑے دیئے اور کھانا کھلایا۔ عنبر نے اس عورت کو ایک طرف لے جا کر کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بے چاری بولی "فریطہ ۔ میرا نام فریطہ ہے۔"

عنبر نے کہا "فریطہ! تم یہاں اس حویلی کے میرے کمرے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہیں بچوں کو لے کر بالکل تیار رہو۔ میں تمہارے خاوند کو موت کے منہ سے نکالنے جا رہا ہوں۔ خبردار یہاں کسی سے کوئی فالتو بات نہ کرنا۔"

فرلیطہ نے کہا۔

"میں کسی سے کیا بات کر سکتی ہوں۔ میرا تو دل اپنے خاوند کے غم میں پھٹا جا رہا ہے۔ دیوتا تمہاری حفاظت کریں۔"

عنبر نے فرلیطہ کو پھر تسلی دی اور چپکے سے گھوڑے پر بیٹھ کر زارینہ کے شاہی محل سے نکل گیا۔ اس نے سب پتہ کر لیا تھا کہ پہاڑ والا شاہی قید خانہ جس پہاڑی پہ ہے وہ پہاڑی کہاں پر ہے اور وہاں کتنا پہرہ ہے اور صلیب پہ بدنصیب غلام کو کس وقت چڑھایا جاتا ہے۔

پرانے زمانے کے روم میں اس قسم کے موت کی سزا پانے والوں کو آدھی رات کے وقت صلیب پہ کیل ٹھونک کر چڑھایا جاتا تھا اور صبح ہونے تک وہ صلیب پہ ٹنگے لٹکے تڑپ کر مر جاتے تھے اور پھر ان کی لاشیں اتار کر بھوکے کتوں کے آگے ڈال دی جاتی تھیں۔ عنبر نے دور سے روم شہر کے وسط میں اس پہاڑی کو دیکھا جس کے اوپر قلعے کی دیوار کے اندر وہ خونخوار قسم کا قید خانہ تھا جہاں موت کی سزا پانے والوں کو رکھا جاتا تھا۔

عنبر نے گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑی کے گرد اگرد ایک چکر لگا کر اس کا غور سے معائنہ کیا۔ ہر شے کی دیکھ بھال کی اور دماغ میں ایک سکیم بنا کر واپس شہر کے ایک باغ میں آ کر گھوڑے کو درخت سے باندھ کر بیٹھ گیا اب وہ رات ہونے کا انتظار کر رہا تھا تاکہ جب اندھیرا ہو تو وہ اپنا کام شروع کرے۔ آخر سورج غروب ہو گیا۔ پہلے شام ہوئی پھر رات کی تاریکی پھیل گئی اور شہر کے مکانوں میں شمعیں روشن ہو گئیں۔ مگر پہاڑی والے قید خانے کے باہر کافی اندھیرا تھا۔ یہی عنبر چاہتا تھا۔

اس نے گھوڑے کو ایسی جگہ باغ میں ہی بندھا رہنے دیا اور پچھلی طرف سے ہو کر پہاڑی کی طرف چل پڑا۔ اس نے دل میں ایک سکیم بنا رکھی تھی۔ پہاڑی کے پیچھے کی طرف کافی اندھیرا تھا۔ مگر ایک رومن پہرے دار سپاہی ادھر بھی چکر لگا رہا تھا۔ عنبر ایک جگہ جھاڑیوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ اندھیرے میں وہ دور سے رومن پہرے دار کو آتا دیکھ رہا تھا۔

جب یہ رومن سپاہی عنبر کے قریب سے گزرا تو عنبر نے جھاڑیوں میں سے نکل کر پیچھے سے اس پہ چھلانگ لگا دی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور اس کا گلا دبوچ لیا۔ عنبر نے اپنی پوری طاقت استعمال
کی تھی اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ رومن سپاہی کی آنکھیں
باہر نکل آئیں اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ عنبر اسے مارنا نہیں
چاہتا تھا۔ بلکہ بے ہوش کرنا چاہتا تھا۔ بے ہوش سپاہی کے
منہ میں عنبر نے اچھی طرح سے کپڑا ٹھونس کر اس کے ہاتھ
پیر باندھ دیئے اور اس کی وردی اتار کر خود پہن لی۔ رومن
سپاہی کو جھاڑیوں میں چھپا دیا اور خود ڈھال اور تلوار لیکر
قید خانے کے دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازہ بند تھا۔ چھوٹا طاق بھی بند تھا۔ عنبر نے تھوڑا
سا زور لگا کر چھوٹا طاق کھول لیا۔ اور قید خانے کے اندر
داخل ہو گیا۔ یہاں دیوار کے ساتھ آمنے سامنے دو مشعلیں روشن
تھیں۔ عنبر نے ڈھال وہیں ایک طرف پھینک دی۔ تلوار بھی
وہیں رکھ دی اور خود دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا قید خانے
کی اس کوٹھڑی کی طرف گیا۔ جہاں روشنی ہو رہی تھی اور
ایک رات کا پہرے دار اندر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

اس پہرے دار کے پاس تہہ کئے ہوئے کاغذوں میں سارا
کچھ لکھا تھا کہ فلاں قیدی اور فلاں موت کی سزا پانے والا
کہاں اور کس کوٹھڑی میں ہے۔ عنبر نے اسے جا کر رومن طریقے
سے سلام کیا اور کہا۔

"حضور! آپ کو دروازے پہ بلایا جا رہا ہے۔"
محافظ نے غور سے عنبر کی طرف دیکھا اور بولا۔
تم کون ہو؟ میں نے تمہیں پہلے یہاں کبھی نہیں دیکھا۔
رومن محافظ تلوار کھینچ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ عنبر نے کہا۔
"حضور! میں کل ہی بھرتی ہوا ہوں۔ اور قید خانے میں
رات کو پہرہ دیتا ہوں۔"
"تم بکواس کرتے ہو۔ سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"
رومن محافظ نے اٹھ کر خطرے کی گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا
ہی تھا کہ عنبر نے اچھل کر اس کا گلا پکڑ لیا۔ محافظ رومن نے
تلوار پھینک کر خنجر نکال کر عنبر کے سینے پہ زور سے مارا
مگر خنجر مڑ گیا اور رومن محافظ کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔ اس
عرصے میں عنبر نے محافظ رومن کو گلا دبا کر ختم کر دیا اور
اس کی لاش کو لوہے کے دروازے والے ڈیک کے پیچھے پھینکا
اور درازوں میں سے موت کی سزا پانے والے قیدیوں کی
فہرست نکال کر ان کے نام پڑھے ایک جگہ گلوٹیس کا نام اسکا
نمبر اور اس کوٹھڑی کا نمبر لکھا تھا۔ جہاں قید رکھا گیا تھا۔
عنبر نے اپنے سر پہ محافظ کا تانبے کا ہلمٹ پہنا اور اس
کوٹھڑی کی طرف چل پڑا۔ وہ جس راہ داری اور شہ نشین
سے گذرا وہاں اسے قید خانے کا محافظ سمجھ کر ہر سپاہی نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سلام کیا اور آگے جانے دیا۔

اسی طرح چلتے چلتے عنبر قید خانے کے محافظ کے لباس میں اس کوٹھڑی تک پہنچ گیا۔ جس میں فریطہ کا خاوند گلوٹیس قید میں پڑا تھا۔ اس کے سرہانے کی جانب دیوار میں ایک موم بتی جل رہی تھی اور وہ بے چارہ پریشان اور اداس بیٹھا موت کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے۔ باہر ایک رومن سپاہی تلوار نکالے پہرہ دے رہا تھا۔

عنبر نے اسے جاتے ہی کہا۔

"اسے باہر نکالو۔ اس کی موت کا وقت آگیا ہے۔"

پہرے دار نے کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا۔ بے چارے گلوٹیس کا رنگ اور زیادہ اڑ گیا۔ موت کو سامنے دیکھ کر اس کا جسم ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس نے عنبر کے آگے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"دیوتاؤں کے لئے مجھ پر رحم کرو۔ میرے دو چھوٹے چھوٹے بچوں پر رحم کرو۔ مجھے معاف کر دو۔ مجھے قتل نہ کرو۔"

عنبر نے گرجدار آواز میں کہا۔

بکواس بند کرو۔ تم نے شہنشاہ کے شاہی گھوڑے کو زخمی کیا ہے۔ تمہیں شہنشاہ کے حکم سے صلیب پر لٹکا دیا جائے گا

چلو میرے ساتھ۔"

بے چارہ گلوٹیس مجبور تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں میں زنجیر پڑی تھی۔ وہ کوٹھڑی سے باہر نکل آیا اور زنجیروں کی جھنکار کے ساتھ قدم قدم چلنے لگا۔ عنبر اسے ایک نیم روشن راہ داری میں سے گزار کر ایک سیڑھیوں پر لے آیا اور بولا۔

"چلو اوپر چڑھو۔"

گلوٹیس نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔

"مجھ پر رحم کرو۔ میرے بچے ابھی چھوٹے ہیں میں نہیں مرنا چاہتا۔"

عنبر نے کہا "خاموش رہو۔ چپکے سے اوپر چلو۔ نہیں تو میں تمہیں اسی جگہ، ابھی قتل کر ڈالوں گا۔"

گلوٹیس بے چارہ سیڑھیاں چڑھ کر قید خانے کی چھت پر آگیا۔ قید خانے کی چھت پر اندھیرا تھا۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ یہاں آتے ہی عنبر نے گلوٹیس سے کہا۔

"گلوٹیس! میں تمہیں یہاں سے نکال لے جانے کے لئے آیا ہوں میں رومن سپاہی نہیں ہوں۔"

گلوٹیس کو خوشی اور حیرت سے عنبر کو تکنے لگا۔ اسے عنبر پر بات پہ یقین نہیں آ رہا تھا۔ آج تک کوئی موت کا قیدی رومن قید خانے سے بچ کر نہیں نکل سکا تھا۔ عنبر نے اس کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

حیرانی کو کم کرنے کے لئے کہا۔

"گلوٹیس یہ حیرانی یا خوشی کا وقت نہیں ہے بلکہ یہاں سے بھاگ نکلنے کا وقت ہے۔"

گلوٹیس نے کہا۔"مگر مجھے لوہے کی زنجیریں پڑی ہیں۔

عنبر بولا۔یہ ابھی ٹوٹ جائیں گی۔

اور عنبر نے زنجیروں کو ہاتھوں میں لے کر باری باری توڑ ڈالا۔گلوٹیس عنبر کی طاقت سے بہت حیران ہوا۔مگر وہاں حیران ہونے کا بھی وقت نہیں تھا۔

عنبر نے گلوٹیس سے کہا۔

میرے پیچھے پیچھے آؤ۔

عنبر اسے ساتھ لے کر قید خانے کی چھت کی اس جانب آ گیا جس کی دوسری طرف نیچے کھائی بنی ہوئی تھی۔عنبر نے دیکھا۔چھت کافی اونچی تھی۔اس نے گلوٹیس سے کہا۔

"میں نیچے چھلانگ لگا رہا ہوں۔اس کے بعد جب میں نیچے سے تمہیں آہستہ سے آواز دوں گا تو تم بھی بے خوف ہو کر چھلانگ لگا دینا۔خبردار گھبرانا نہیں۔میں تمہیں نیچے سے دبوچ لوں گا۔"

گلوٹیس نے نیچے گہری کھائی کو دیکھ کر کہا۔

"مگر یہ تو کافی گہرائی ہے۔"

عنبر نے کہا۔"ان باتوں کو بھول جاؤ۔جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں وہی کرو۔نہیں تو میں تمہاری جان نہ بچا سکوں گا۔میں جا رہا ہوں۔"

اور عنبر نے قید خانے کی اونچی چھت پر سے نیچے چھلانگ لگا دی۔وہ ایک قلابازی کھا کر کھائی میں گرا اور اٹھ کھڑا ہوا۔اب وہ اندھیرے میں اوپر قید خانے کی بلند چھت پر گلوٹیس کو کھڑے دیکھ رہا تھا۔عنبر اس کے عین نیچے آ کر کھڑا ہو گیا۔پھر اس نے آہستہ سے کہا۔"کود جاؤ۔"

گلوٹیس کو اپنی جان کے لالے پڑے تھے۔قید خانے میں چاروں طرف اسے موت دکھائی دے رہی تھی۔اس نے آنکھیں بند کر کے چھلانگ لگا دی۔نیچے عنبر بالکل تیار تھا اس نے گرنے کے ساتھ ہی گلوٹیس کو اپنے طاقتور بازوؤں میں تھام لیا۔گلوٹیس عنبر کے بازوؤں میں پڑا حیرت سے اسے تک رہا تھا کہ یہ کوئی انسان ہے یا جن ہے وہ اس سے پہلے اس کو لوہے کی زنجیریں ہاتھوں سے توڑتے ہوئے بھی دیکھ چکا تھا۔

عنبر نے گلوٹیس کو زمین پہ اتار دیا اور کہا۔

"اب میرے ساتھ یہاں سے نکل چلو۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دونوں کھائی میں سے نکلے اور رات کے اندھیرے میں اس باغ کی طرف دوڑنے لگے جہاں عنبر نے اپنا گھوڑا باندھ رکھا تھا۔ عنبر نے گلوٹیس کو بھی گھوڑے پر اپنے ساتھ بٹھایا اور اندھیرے شہر کے بازاروں میں سے گھوڑا دوڑاتے زارینہ کے شاہی محل کے عقب کی طرف آکر گھوڑے سے اترا۔ گلوٹیس کو ساتھ لیا اور خفیہ دروازے میں سے گزر کر اس کوٹھڑی کے باہر آیا۔ جس کے اندر گلوٹیس کی بیوی فریلیطہ اور اس کے دو بچے سو رہے تھے۔ فریلیطہ بیچاری جاگ رہی تھی۔ اسے اپنے خاوند کے بچ کر نکل آنے کا یقین نہیں آیا تھا۔ بھلا رومن قید خانوں سے کبھی کوئی فرار ہوا ہے اتنے میں دروازہ پر عنبر نے دستک دی فریلیطہ نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اس کے سامنے اسکا خاوند گلوٹیس کھڑا تھا۔

دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر خوشی سے پتھر سے ہو گئے۔ عنبر نے کہا۔

"گلوٹیس یہ تمہاری بیوی ہے۔ وہ تمہارے بچے سو رہے ہیں۔ تم رومن قید خانے سے آزاد ہو چکے ہو۔"

دونوں میاں بیوی ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہو گئے۔ گلوٹیس نے

اپنے پیارے بچوں کو سینے سے لگا کر پیار کیا۔ بچے بھی جاگ پڑے اور اپنے باپ سے مل کر بہت خوش ہو رہے تھے۔ عنبر نے فریلیطہ سے کہا۔

"فریلیطہ بہن! میں تمہارے خاوند اور تمہارے بچوں کے باپ کو موت کی کوٹھڑی سے نکال لایا ہوں۔ اب تمہیں اس شہر سے نکالنا باقی ہے۔"

گلوٹیس نے کہا "مگر میرے محسن! یہ تو مجھے کوئی شاہی حویلی لگتی ہے۔ یہ کسی امیر کا محل تو نہیں؟"

عنبر بولا۔ "یہ میری ایک دوست کا محل ہے۔ میں نے تمہارے بارے میں انہیں کچھ نہیں بتایا۔ مگر تم اس کوٹھڑی میں ہی چھپے رہنا اور کسی کے سامنے مت جانا۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ کل رات تمہیں یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کروں گا۔"

عنبر ان دونوں میاں بیوی کو ان کے بچوں میں خوش و خرم چھوڑ کر اوپر کی منزل میں اپنے کمرے میں آگیا۔ ساری رات وہ انہیں روم سے فرار کروانے کی ترکیبوں پر غور کرتا رہا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ صبح ہوتے تک گلوٹیس کے فرار کی خبر سارے شہر میں پھیل چکی ہوگی اور شہر کے دروازوں پر پہرہ سخت کر دیا جائے گا اور گھر گھر تلاشی شروع ہو جائے گی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

صبح ہوئی تو شہر میں ہر طرف یہ خبر پھیل گئی کہ گلوٹیس غلام قید خانے سے فرار ہو گیا ہے۔ یہ غلام بادشاہ سیزر کا خاص مجرم تھا اور اسے اس کے حکم سے پھانسی کی سزا دی جانے والی تھی۔ بادشاہ تو غصے سے کانپ رہا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ گلوٹیس کو گرفتار کر کے اس کے سامنے لایا جائے نہیں تو قید خانے کے سارے محافظوں کو پھانسی دے دی جائے۔ عنبر کو اس بات سے بڑا دکھ اور تشویش ہوئی۔ کیونکہ محافظوں کا اس میں کوئی قصور نہیں تھا۔ ان کے بھی بال بچے تھے۔ وہ بے گناہ مارے جانے والے تھے شاہی قید خانے کے چار بے گناہ محافظوں کو اسی وقت گرفتار کر کے موت کی کوٹھڑیوں میں ڈال دیا گیا۔

عنبر بڑا پریشان ہوا۔ وہ ان لوگوں کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کیونکہ گلوٹیس کو فرار کروانے میں ان کا کوئی قصور نہیں تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ان محافظوں کے بچوں کو بھی یتیم نہیں ہونے دے گا۔ مگر اب سوال یہ تھا کہ انہیں کس طرح بچایا جائے۔ اس کا ایک ہی طریقہ تھا کہ گلوٹیس کو بادشاہ کے حوالے کر دیا جائے جو عنبر ہرگز نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سارا دن اس موضوع پر سوچ بچار کرتا رہا۔ گلوٹیس اپنی بیوی بچوں کے ساتھ زارینہ کے محل کی کوٹھڑی میں دبکا بیٹھا تھا۔

زارینہ نے عنبر کو کچھ پریشان دیکھا تو پوچھا کہ کیا بات ہے۔ عنبر نے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔ اصل میں مجھے اپنے بہن بھائی بہت یاد آ رہے ہیں۔ سوچتا ہوں۔ جلدی واپس مصر چلا جاؤں۔"

زارینہ بولی۔ عنبر بھائی۔ تم ان کو بھی یہاں کیوں نہیں بلوا لیتے؟ روم ایک بہت عظیم الشان شہر ہے یہاں ہمارے پاس اتنا بڑا محل ہے۔ وہ بڑے آرام سے رہیں گے۔"

عنبر نے کہا: "شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں دو ایک روز میں کسی قافلے کے ساتھ شامل ہو کر مصر کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔"

مگر عنبر صرف یہ سوچ رہا تھا کہ جو محافظ قید خانے کی کوٹھڑیوں میں پڑے موت کا انتظار کر رہے ہیں ان کے بچوں کو یتیم ہونے اور ان کی بیویوں کو بیوہ ہونے سے کیسے بچایا جائے۔ کیونکہ وہ بے گناہ مارے جا رہے تھے ادھر شہر میں رومن سپاہی بادشاہ کے حکم سے گلوٹیس کو تلاش کرنے کے لئے جگہ جگہ چھاپے مار رہے تھے زارینہ کے محل پر اس لئے چھاپا نہیں پڑا تھا کہ یہ ایک شاہی امیر کا محل تھا۔ اور اس پر کسی کو خواب میں بھی شک نہیں ہو سکتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا کہ گلوٹیس اس محل میں چھپا ہوا ہے۔ آخر عنبر کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی۔ رومن لوگ اور بادشاہ دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے اور ان کا سب سے بڑا دیوتا اپالو تھا جو طاقت کا دیوتا تھا۔ اور جس کا ایک بہت بڑا بت پہاڑی کے اوپر مندر میں بنا ہوا تھا۔

عنبر دوپہر کے وقت ایک لمبی عبا پہن کر زارینہ کے محل سے نکل آیا۔ اس نے گلوٹیس اور اس کی بیوی فریلطہ کو یہ خبر کر دی تھی کہ شہر میں گلوٹیس کی تلاش میں رومن سپاہی جگہ جگہ چھاپے مار رہے ہیں مگر وہ کوئی فکر نہ کریں مگر کوٹھڑی سے ہرگز باہر نہ نکلیں۔

عنبر سیدھا اپالو کے مندر میں آ گیا۔ یہاں لوگ اپالو کے بہت بڑے سنگ مرمر کے بت کے آگے جھک کر اس کی پوجا کر رہے تھے۔ عنبر سیدھا چبوترے پر چڑھ کر اپالو کے بت کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اے روم کے لوگو! میری بات غور سے سنو۔ میں عنبر ہوں اپالو کا بیٹا۔ مجھے اپالو دیوتا نے تمہارے پاس اس لئے بھیجا کہ تمہیں گناہوں سے بچنے کی ہدایت کروں۔"

لوگ حیران ہو کر عنبر کو تکنے لگے۔ پھر انہوں نے اس کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ وہ سمجھے کہ یہ کوئی پاگل آدمی

ہے۔ جو اس قسم کی باتیں کر رہا ہے۔ ایک رومن نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"تمہاری جگہ پاگل خانہ ہے۔ دوست! تم یہاں کس لئے آ گئے ہو؟"

عنبر نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں پاگل نہیں ہوں۔ میں اپالو کا بیٹا ہوں۔"

دوسرا رومن بولا۔ "اپالو کے اندر ساری دنیا کی طاقت ہے۔ کیا تم بھی اپنے باپ جتنی طاقت رکھتے ہو؟"

عنبر یہی سوال اپنے اوپر کروانا چاہتا تھا تاکہ اس کے جواب میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کر سکے۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔ مجھے اپالو دیوتا نے بڑی طاقت دے کر تم لوگوں پاس بھیجا ہے۔ یہ دیکھو میں تمہیں اپنی طاقت کی نشانیاں بتاتا ہوں۔"

عنبر چبوترے سے نیچے اتر آیا۔ نیچے ایک بہت بھاری پتھر پڑا تھا۔ عنبر نے ایک ہاتھ سے اسے اٹھا لیا اور کہا۔

"یہ میری ایک ادنیٰ سی طاقت ہے۔"

کچھ لوگ عنبر کی اس طاقت سے متاثر ہوتے کچھ ہنسنے لگے ایک نے کہا۔ "یہ تو پہلوان بھی کر لیا کرتے ہیں۔" اپنی کوئی اور طاقت بتاؤ۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک رومن بولا۔ "اپالو دیوتا مر نہیں سکتا۔ کیا تم بھی ایسا کر سکتے ہو؟ کیا تم نے بھی موت پر فتح پائی ہے؟"

عنبر یہی چاہتا تھا کہ اس پر ایسا سوال ہو۔ کہنے لگا۔

"مجھے ایک خنجر دو۔ میں تمہیں ابھی بتائے دیتا ہوں کہ میں بھی اپالو کی طرح مر نہیں سکتا۔"

ایک رومن نے اپنا خنجر عنبر کی طرف اچھال دیا۔ سب لوگ دم بخود ہو کر عنبر کو تکنے لگے۔ عنبر نے خنجر ہاتھ میں لے کر پوری طاقت سے اپنی گردن پر مارا۔ خنجر ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ لوگ خاموش ہو گئے۔ عنبر نے کہا۔

"اب میں تم سے کسی کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ میری گردن پر یا کاندھے یا پیٹ پر تلوار کا بھرپور وار کرے۔"

سب رومن ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

○

کالی بلّی کی چیخ

عنبر نے بلند آواز میں کہا۔

"میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ مجھ پر تلوار کا وار کرو۔"

ایک رومن سپاہی جو یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا آگے بڑھا وہ اپالو دیوتا کا عاشق تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ کوئی رومن شہری یا دوسرا انسان یہ اعلان کرے کہ وہ اپالو دیوتا کا بیٹا ہے۔ اسے عنبر پر سخت غصہ آرہا تھا اس نے تلوار کھینچ لی اور کہا۔

"اے جھوٹے انسان! تم نے اپنے آپ کو اپالو کا بیٹا کہہ کر اپالو دیوتا کی توہین کی ہے۔ میں تمہیں اس کا مزا چکھاؤں گا۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔ "ہاں مجھے ضرور مزا چکھاؤ۔ میں تمہاری تلوار کے وار کا انتظار کر رہا ہوں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رومن سپاہی نے آگے بڑھ کر تلوار لہرائی اور پوری طاقت سے عنبر کی گردن پر وار کیا، مگر عنبر کی گردن کٹنے کی بجائے اسکی تلوار دو ٹکڑے ہو گئی۔

رومن سپاہی نے خنجر نکال کر عنبر کے پیٹ پہ وار کیا۔ خنجر بھی ٹوٹ گیا۔ اب عنبر نے رومن سپاہی کو گردن سے پکڑا اور چوہے کی طرح اوپر اٹھالیا اور دو تین جھٹکے دیکر پرے پھینک دیا۔ اب تو ہر کسی کو یقین ہو چکا تھا کہ عنبر واقعی اپالو دیوتا کا بیٹا ہے۔

وہ اس کے حق میں نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور انہوں نے عنبر کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور کہا۔

"اپالو دیوتا کا بیٹا عنبر زندہ باد۔"

لوگ عنبر کو جلوس کی شکل میں لے کر شہر میں داخل ہو گئے۔ عنبر نے انہیں کہا کہ مجھے بادشاہ کے محل کی طرف لے چلو۔ میں بادشاہ کو ایک خوش خبری دینا چاہتا ہوں۔

لوگوں کا جلوس محل کے سامنے آکر نعرے لگانے لگا۔ بادشاہ سیزر اس وقت اپنے وزیروں کے درمیان بیٹھا کسی بات پر بحث کر رہا تھا۔ اس نے شور کی آواز سنی تو سپاہیوں سے کہا۔ "معلوم کرو یہ شور کیسا ہے؟"

سپاہیوں نے واپس آکر بتایا کہ بادشاہ سلامت ایک

جوان اپنے آپ کو اپالو دیوتا کا بیٹا کہتا ہے اور لوگ سے لے کر آتے ہیں۔ بادشاہ مسکرایا اور بولا۔

"کیا لوگوں نے ابھی تک اس کی گردن نہیں اتاری؟"

سپاہی نے کہا۔ "حضور انور! لوگوں کو یقین ہو گیا ہے کہ یہی شخص اپالو کا بیٹا ہے۔"

بادشاہ سیزر نے جھنجلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے مگر یہ پاگل محل کے سامنے کیا لینے آیا ہے؟"

سپاہی نے کہا۔ "حضور! وہ کہتا ہے کہ وہ بادشاہ سلامت سے مل کر انہیں ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہے۔"

بادشاہ سیزر کے ماتھے پہ بل آگیا۔ اس نے وزیروں کی طرف دیکھا۔ سب وزیر بادشاہ کا اشارہ سمجھ گئے۔ اٹھے اور بادشاہ کے کمرے سے نکل گئے۔ بادشاہ اکیلا رہ گیا۔ اس نے سپاہی سے کہا۔

"اس احمق کو بلا لاؤ۔"

سپاہی نیچے گئے اور عنبر کو ساتھ لے کر بادشاہ سیزر کے حضور پیش کر دیا۔ بادشاہ سیزر نے سپاہیوں کو چلے جانے کا حکم دیا۔ جب شاہی کمرے میں صرف عنبر اور بادشاہ سیزر ہی رہ گئے تو بادشاہ نے عنبر کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا اور پوچھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کون ہو تم پاگل آدمی؟"

عنبر نے کہا "میں اپالو کا بیٹا ہوں میرا نام عنبر ہے"

بادشاہ سیزر کو غصہ آ گیا۔ مگر وہ غصے کو پی گیا اور بولا "تم کیوں شہر میں لوگوں کو ورغلا رہے ہو۔ سنو! اگر تم ایک دن کے اندر اندر روم سے باہر نہ نکل گئے تو میں تمہیں اپالو دیوتا کے مجسمے کے سامنے پھانسی پہ لٹکا دوں گا۔"

اب تو عنبر کو بھی غصہ آ گیا۔ اس نے اس قسم کے کئی بادشاہ دیکھے تھے کہ جو تخت پہ بیٹھے اور قتل ہو گئے اسے معلوم تھا کہ بادشاہ جولیس سیزر کو اس کے ایک درباری بروٹس نے خنجر مار مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ یہ حادثہ اس بادشاہ کے ساتھ گذرنے والا تھا اور اس قتل سے بادشاہ کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی تھی۔ عنبر بھی نہیں بچا سکتا تھا اور نہ وہ اسے بچانا چاہتا تھا کیونکہ جولیس سیزر ایک عیاش اور موقع پرست بادشاہ تھا اور اس نے بھی رعایا کے ساتھ بہت زیادتیاں کی تھیں۔ عنبر چونکہ تاریخ کے سارے بڑے بڑے واقعات سے باخبر تھا۔ اس لئے اسے معلوم تھا کہ سیزر کے قتل کا حادثہ کچھ مہینوں بعد ہونے ہی والا ہے اس نے بادشاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"اے بادشاہ! میں اپالو دیوتا کا بیٹا ہوں میں تمہیں آنے والے حالات سے باخبر ہوں۔ سنو۔ مارچ کے مہینے میں تم پہ قاتلانہ حملہ ہو گا۔"

بادشاہ سیزر عنبر کے قریب آ گیا۔

"میں تمہاری بات پہ کیسے اعتبار کروں؟"

عنبر بولا۔ "اس لئے کہ میں اپالو کا بیٹا ہوں اور مجھے آنے والے حالات کا علم ہے۔"

بادشاہ نے کہا: "تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم اپالو دیوتا کے بیٹے ہو؟"

عنبر نے کہا۔ "میرے پاس اپالو دیوتا کی طاقت ہے۔ میں اپالو دیوتا کی طرح مر نہیں سکتا۔"

بادشاہ بولا "کیا تم اپنے اس دعوے کو ثابت کر سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

بادشاہ نے تالی بجائی۔ دو سپاہی فوراً حاضر ہو گئے بادشاہ نے کہا: "اس نوجوان کو تہہ خانے میں لے چلو۔"

یہ تہہ خانہ وہ تھا جہاں باغیوں اور غداروں اور جاسوسوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں۔ یہاں اذیت دینے کا ہر قسم کا خوفناک سامان پڑا تھا۔ بادشاہ نے عنبر کو ساتھ لیا اور اس تہہ خانے میں آ گیا۔ اس نے تہہ خانے کے انچارج

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے کہا۔

"اس نوجوان کو ہر قسم کی اذیت دے کر ہلاک کرنے کی کوشش کی جائے۔"

انچارج نے سر جھکا دیا اور خونخوار آنکھوں سے عنبر کو دیکھا پھر اپنے آدمیوں سے کہا۔ "اسے لوہے کے آرے کے آگے ڈال دو۔"

عنبر کو ایک لوہے کے بہت بڑے آرے کے سامنے تخت پر ڈال دیا۔ انچارج کے اشارے پر آرا مشین کو چلا دیا گیا آرے کے دندانے تیزی سے گردش کرتے ہوئے عنبر کی طرف بڑھے اور پھر اس کے جسم پر چلنے لگے۔ عنبر کی جگہ اگر لوہے کا کوئی کھمبا بھی ہوتا تو اتنے تیز اور مضبوط آرے کے سامنے کٹ کر دو ٹکڑے ہو جاتا۔ مگر وہاں یہ ہوا کہ عنبر کے جسم کے ساتھ ٹکراتے ہی آرا مشین کے سارے دندانے ایک ایک کر کے گرتے چلے گئے اور آخر میں آرا بھی ٹوٹ کر دو ہو گیا۔

انچارج نے حکم دیا۔

"اسے کھولتے ہوئے پانی میں پھینک دو۔"

سپاہیوں نے عنبر کو اٹھایا اور ایک کڑاہ میں ڈال دیا۔ جس میں پہلے ہی سے گرم پانی کھول رہا تھا اور بھاپ اٹھ رہی تھی عنبر بڑے اطمینان کے ساتھ کھولتے ہوئے پانی کے کڑاہ میں بیٹھ گیا۔ گرم پانی نے اس کے جسم پر ذرا سا بھی اثر نہ کیا۔ پھر خود ہی

بڑے آرام سے اٹھ کر کڑاہ میں سے باہر نکل آیا۔ انچارج سپاہی اور بادشاہ حیران ہو رہے تھے۔ انچارج نے اس بار اپنے آدمیوں سے کہا کہ اس نوجوان کو سب سے زہریلے سانپ سے ڈسوا دیا جائے۔

اس وقت ایک خاص ٹوکری جس میں ایسا خوفناک سانپ بند تھا کہ جس کا زہر ہاتھی کو کھڑے کھڑے نیچے گرا کر ہلاک کر دیتا تھا۔ سانپ کو باہر نکال کر عنبر پر پھینک دیا۔ سانپ کو عنبر میں ناگ دیوتا کی بو آ گئی۔ وہ پھن اٹھا کر عنبر کو کاٹنے کے لئے بڑھا تھا کہ ناگ کی بو کے آتے ہی ایک دم سے اس کے عنبر کے آگے اپنا سر زمین پر ڈال دیا۔

بادشاہ سیزر نے یہ منظر دیکھا تو اس پر عنبر کی ہیبت طاری ہو گئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ عنبر واقعی اپالو دیوتا کا بیٹا ہے اور کوئی معمولی انسان نہیں ہے۔ اس نے اٹھ کر ہاتھ باندھ کر اشارہ کیا —— سپاہیوں نے اسی وقت سانپ کو واپس ٹوکری میں بند کر دیا۔ بادشاہ سیزر آگے بڑھا۔ اس نے عنبر کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا اور جھک کر کہا۔

"اے مقدس اپالو کے بیٹے! میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔"

عنبر کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ وہ آخر کامیاب ہو گیا تھا۔ بادشاہ نے عنبر کو ساتھ لیا اور اپنی خفیہ خوابگاہ میں آ گیا عنبر کے آگے اس نے پھل پھول رکھے اور خود ادب سے ایک طرف

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا فرچ پر بیٹھ گیا اور بڑی رازداری سے بولا۔

"اپالو کے مقدس بیٹے! میں تمہارے باپ کی وجہ سے روم کا بادشاہ بنا ہوا ہوں۔ اگر مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تو سارے ملک میں افراتفری پھیل جائے گی۔ کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ مجھ پر قاتلانہ حملہ کون کرے گا۔ اور کیا میں اس حملے سے بچ جاؤں گا؟"

عنبر نے کہا۔ "سیزر! تم مجھے تاریخ میں دخل دینے کا مشورہ دے رہے ہو۔ اور میں تاریخ کے واقعات اور قدرت کے ہونے والے کاموں میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ تم پر مارچ کے مہینے حملہ ہو گا۔ جو کوئی حملہ کرے گا۔ میں اسے بھی جانتا ہوں۔ مگر میں تمہیں اس حملے سے بچا نہیں سکتا۔"

بادشاہ بے حد پریشان ہو گیا۔ وہ عنبر کی طاقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ اپالو کا بیٹا ہے اور جو کہہ رہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اس نے ایک بار پھر گڑگڑا کر پوچھا۔

"اپالو کے مقدس بیٹے! میں تمہیں تمہارے باپ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اتنا ہی بتا دو کہ حملہ کرنے والے کا تعلق کس پارٹی سے ہو گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس پارٹی کے لوگوں کو قتل نہیں کروں گا۔"

اب بادشاہ سیزر عنبر کے جال میں پوری طرح آ چکا تھا۔ عنبر

نے کہا۔ "میں تمہیں ایک شرط پر اس آدمی کا نام بتانے کو تیار ہوں کہ تم تمام قیدیوں کو رہا کر دو۔ اور اس غلام کو بھی معافی کا اعلان کر دو جس کو تم نے صلیب پر لٹکانے کا حکم دیا تھا اور جو قید خانے سے فرار ہو چکا ہے۔"

بادشاہ نے کہا۔ "میں ابھی سارے قیدیوں کی رہائی کا حکم دیتا ہوں اور اس قیدی غلام، گلوٹیس کی بھی عام معافی اور جان بخشی کا اعلان کرتا ہوں جو جیل توڑ کر فرار ہو چکا ہے۔"

عنبر نے کہا۔ "یہ حکم ابھی لکھ کر اعلان کرو۔"

بادشاہ نے فوراً میز کے دراز میں سے شاہی کاغذ نکال کر اس پر سارے قیدیوں کی رہائی اور گلوٹیس مفرور قیدی کی جان بخشی کا حکم لکھا اور اپنے وزیر خاص کو بلا کر کہا۔

"میرے حکم کا ابھی اعلان کر دیا جائے۔ قید خانے کے سارے قیدیوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قید سے رہائی دے دی جائے"

وزیر نے کہا۔ "مگر بادشاہ سلامت ـــ"

سیزر نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں نے جو حکم لکھا ہے جا کر ابھی اس کا اعلان کر دو۔ بس اب تم جا سکتے ہو۔"

وزیر سر کو ہلکا سا جھکا کر خاموشی سے شاہی فرمان لے کر باہر نکل گیا۔ اب سیزر نے عنبر کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"اپالو کے مقدس بیٹے! اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ اور مجھے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بتاؤ کہ مجھ پر کس پارٹی کا آدمی حملہ کرے گا؟"

عنبر ایک پل کے لئے آنکھیں بند کر کے خاموش ہو گیا۔ پھر آنکھیں کھول کر بادشاہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"تم پر تمہاری مخالف پارٹی کی طرف سے قاتلانہ حملہ ہوگا اور تمہاری ایک ہی مخالف پارٹی ہے۔ جس کو تم خوب اچھی طرح سے جانتے ہو"

بادشاہ کے چہرے پر فکر و پریشانی کے آثار تھے۔ کہنے لگا "اے مقدس اپالو کے بیٹے! میری مخالف پارٹی کے لوگ میرے دشمن ہیں۔ میں ان سے کیسے اپنے آپ کو بچا سکتا ہوں؟"

عنبر نے کہا "جو تمہارے دشمن ہیں ان میں سے اپنے دوست تلاش کرو اور جو دوست ہیں ان کو اپنے دشمن نہ بناؤ اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا"

عنبر کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔

"اب میں اپالو دیوتا کے مندر کی طرف جا رہا ہوں۔ میرا پیچھا نہ کیا جائے"

بادشاہ سیزر نے ایک الماری میں سے سونے کی اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی نکال کر عنبر کو پیش کرتے ہوئے کہا۔

"میری طرف سے یہ حقیر نذرانہ قبول کرو"

عنبر کو خیال آیا کہ گلوٹیس اور اس کی بیوی بچوں کو

دوسرے ملک میں اپنی نئی زندگی شروع کرنے کے لئے ان اشرفیوں کی ضرورت ہو گی۔ اس نے تھیلی پکڑ لی اور کہا

"میں تمہارا نذرانہ اپالو دیوتا کی خدمت میں پیش کروں گا۔"

یہ کہہ کر عنبر محل سے نکل آیا۔

وہ سیدھا اپالو کے مندر کی طرف آ گیا۔ یہاں اس کی بہت آؤ بھگت ہونا شروع ہو گئی تھی۔ کچھ دیر یہاں ٹھہرنے کے بعد جب شام کا اندھیرا ہو گیا تو عنبر مندر سے کھسک کر سیدھا زارینہ کے محل میں آ گیا۔ زارینہ نے اسے بتایا کہ کہتے ہیں اپالو کا بیٹا نمودار ہو گیا ہے اور اس نے سارے قیدیوں کی سزائیں معاف کروا دی ہیں۔ عنبر نے کہا

"میں نے بھی سنا ہے۔"

عنبر موقع نکال کر سیدھا فریطہ کی کوٹھڑی میں گیا اور اسے اور گلوٹیس کو خوشخبری سنائی کہ بادشاہ نے اس کی جان بخشی کا حکم جاری کر دیا ہے۔ گلوٹیس کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"ہم آج ہی رات یہاں سے نکل چلیں گے۔ تم ایسا کرنا کہ اپنی بیوی بچوں کو لے کر شہر کے دروازے پر میرا انتظار کرنا۔ میں تمہیں وہیں ملوں گا۔"

گلوٹیس گھبرایا ہوا تھا۔ کہنے لگا"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کہیں دشمن سپاہی مجھے گرفتار نہ کر لیں۔"

عنبر نے کہا: "نہیں یہاں سے باہر نکلنے کے بعد اپنے آپ معلوم ہو جائے گا کہ تمہاری جان بخشی کر دی گئی ہے مگر میں نہیں چاہتا کہ اب تم لوگ اس شہر میں رہو۔ کیونکہ میرے جانے کے بعد ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کی نیت بدل جائے اور وہ تمہیں پھر گرفتار کر کے مروا ڈالے۔ اس لئے یہی بہتر ہے کہ تم لوگ ملک شام کی طرف جا کر نئی زندگی شروع کرو۔ میں تمہارے لئے اشرفیوں کی ایک تھیلی لے آیا ہوں۔ یہ تمہاری ساری زندگی کے لئے کافی ہو گی۔"

گلوٹیس اور اس کی بیوی اشرفیوں کی تھیلی دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے سونے کی اتنی اشرفیاں زندگی بھر کبھی نہیں دیکھی تھیں۔

رات جب ذرا گہری ہو گئی تو عنبر چپکے سے زارینہ کے شاہی محل میں سے نکل گیا۔ وہ زارینہ کو اپنے جانے کے بارے میں اس لئے نہیں بتانا چاہتا تھا کہ ہو سکتا تھا وہ اسے روک لیتی۔ گلوٹیس اپنی بیوی بچوں کو لے کر پہلے ہی شہر کے دروازے کے قریب اندھیرے میں جا کھڑا ہوا تھا اسے روشنی میں آتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا۔ مگر ایک دشمن سپاہی کو اس نے دوسرے کو کہتے سنا کہ بادشاہ نے سارے قیدیوں

کی جان بخشی کر کے اور انہیں رہا کر کے بڑا اچھا کام کیا ہے۔ اب گلوٹیس کو کچھ کچھ یقین آنے لگا۔ وہ بیوی بچوں کو لے کر شہر کے دروازے پر آ گیا۔

دروازے کے پہرے دار نے گلوٹیس کو پہچان لیا اور مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔

"گلوٹیس! تم خوش قسمت ہو کہ اپالو کے بیٹے نے ظاہر ہو کر بادشاہ سے تمہاری جان بخشی کرا دی۔ مگر تم بچوں کو لیکر کہاں جا رہے ہو؟"

گلوٹیس نے کہا: "یونہی ذرا دوسرے گاؤں جا رہا ہوں"

ایک اور سپاہی نے آگے بڑھ کر گلوٹیس کے ہاتھ سے تھیلی لے کر کہا۔

"مگر اس تھیلی میں کیا ہے؟"

جب اس نے سونے کی بے شمار اشرفیوں کو دیکھا تو بولا۔

"گلوٹیس تم نے چوری کی ہے۔ اتنی اشرفیاں تمہارے پاس کہاں سے آ سکتی تھیں۔ میں تمہیں چوری کے الزام میں گرفتار کرتا ہوں۔"

عین اس وقت عنبر نمودار ہو گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"اسے چھوڑ دو۔ یہ اشرفیاں اسے میں نے دی ہیں۔" دونوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سپاہی عنبر کے آگے جھک گئے۔

"اپالو کے مقدس بیٹے کا حکم سر آنکھوں پر"۔

گلوٹیس اور اس کی بیوی نے چونک کر عنبر کو دیکھا۔ تو کیا عنبر اپالو کا مقدس بیٹا ہے؟ یقیناً یہ اپالو دیوتا کا بیٹا ہے۔ اس نے زنجیریں ہاتھوں سے توڑ ڈالی تھیں اور قلعے کی چھت سے کود گیا تھا اور اس نے مجھے نیچے سے ہاتھوں میں دبوچ لیا تھا۔ گلوٹیس غلام نے سوچا اور اس نے بھی عنبر کے آگے سر جھکا دیا اور کہا۔

"اپالو کے مقدس بیٹے کو میں سلام کرتا ہوں"۔

گلوٹیس کی بیوی فریطہ بھی جھک گئی۔ عنبر نے ان کے قریب آکر آہستہ سے کہا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو۔ یہاں سے نکل چلو۔ بادشاہوں کی نیت بدلتے دیر نہیں لگا کرتی"۔

وہ سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شہر کے دروازے سے نکل گئے۔ صبح کے وقت انہیں ایک قافلہ مل گیا۔ جو ملک شام کی طرف جا رہا تھا۔ عنبر گلوٹیس اور اس کی بیوی اس قافلے میں شامل ہو گئے۔ ایک ہفتے کے سفر کے بعد یہ لوگ شام پہنچ گئے۔ یہاں پہنچتے ہی گلوٹیس نے ایک شاندار حویلی خریدی اور اپنا گھوڑوں کا کاروبار شروع کر دیا۔ وہ عنبر کو بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے۔ مگر عنبر کو ناگ ماریا اور کیٹی کی تلاش تھی۔ اس نے کہا۔

"تم لوگ اپنی اپنی منزلوں پر پہنچ گئے ہو۔ مجھے ابھی اپنی منزل کی تلاش ہے۔ اس لئے میں اب زیادہ دیر تمہارے پاس نہیں ٹھہر سکتا"۔

اور ایک روز عنبر ان سے اجازت لے کر اپنے تاریخ کے طویل ترین سفر پر ایک بار پھر نکل کھڑا ہوا۔ اس کا رخ ملک عراق کی طرف تھا۔ جس پر رومن قوم کا قبضہ تھا۔ عنبر کو اچھی طرح معلوم تھا کہ جس دور میں سے وہ گزر رہا ہے اس دور میں اس کی ناگ ماریا اور کیٹی سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ ان سے پانچ سو برس آگے نکل گیا تھا اور ناگ ماریا اس سے پانچ سو برس پیچھے شہنشاہ ایران سائرس کے دور میں زندگی گزار رہے تھے۔ جب عراق اور شام پر بھی ایران کے بادشاہ کی حکومت تھی۔ مگر اب ان ملکوں پر رومنوں کی حکومت تھی۔ پانچ سو برس بعد یہاں ایرانیوں نے قبضہ کرنا تھا۔ عنبر پیچھے نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ دیوی طلارہ نے انہیں اطلاع دے دی تھی کہ اب ان کا واپسی کا سفر آگے جا رہا ہے۔ اور وہ پیچھے نہیں جا سکیں گے۔ ناگ ماریا سے ملاقات کی ایک ہی صورت تھی کہ کسی طرح سے وہ پانچ سو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

برس اچانک آگے نکل کر دشمن دور میں آ جائیں۔ بس اسی ایک امید پر عنبر اکیلا گھوڑے پر سوار عراق کی سرحد کی طرف چلا جا رہا تھا۔

○

اب ہم واپس ناگ ماریا اور کیٹی کی طرف آتے ہیں۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ ماریا آگ کی دیوی ڈایانہ کے روپ میں پانچ سو برس آگے شہنشاہ ایران یا فارس کے عہد میں اس کے آتش کدے کے استھان پر بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی ہے۔ کیونکہ بدروح شارکش نے اس کو اپنے طلسم میں جکڑ رکھا ہے۔ ناگ اور کیٹی بھی اسی آتش کدے میں ہیں۔ وہ شہنشاہ سائرس کے مہمان خاص ہیں۔ مگر انہوں نے بادشاہ کو یہ نہیں بتایا کہ ماریا۔ جو آگ کی دیوی ڈایانہ کے روپ میں بیٹھی ہے اصل میں ان کی دوست اور ساتھی ہے۔

وہ ماریا کو آگ کی دیوی کے روپ سے نجات دلا کر اسے اس کے اصلی غیبی روپ میں واپس لا کر اپنے ساتھ لے جانے کی تدبیروں پر غور کر رہے ہیں۔ مگر ان کے ذہن میں کوئی ایسی تدبیر نہیں آ رہی کہ جس کی مدد سے وہ ماریا کو واپس اس کی اصلی شکل صورت میں واپس لا سکیں۔ دوسری طرف ناگ کو یہ نئی پریشانی بھی لگ گئی

تھی کہ اب کوئی سانپ اس کا حکم ماننے پر تیار نہیں تھا وہ اس کا احترام اور عزت تو کرتے تھے۔ مگر شیش ناگ کے فرمان کے بعد انہوں نے ناگ کا کوئی حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

کیٹی اور ناگ شاہی محل کے ایک کمرے میں رہتے تھے دن میں وہ آتش کدے میں آ کر ماریا کو دیکھ جاتے۔ ماریا چپ چاپ کی دیوی کی شکل میں بیٹھی رہتی نہ ہلتی جلتی نہ کسی سے کوئی بات کرتی۔ نہ کسی کی طرف دیکھتی تھی۔ ناگ اور کیٹی سر جوڑ کر بیٹھ جاتے تو ماریا کا کیا علاج کیا جائے مگر انہیں کچھ سمجھ نہیں آتا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ رات کو بڑی زبردست آندھی چلنے لگی۔ اس کے بعد موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ ناگ اور کیٹی اپنے شاہی کمرے میں بیٹھے ماریا کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ باہر زبردست بارش ہو رہی تھی۔ سردی بھی بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ مگر ناگ اور کیٹی سردی گرمی سے بے نیاز تھے۔ تیز ہوا کے تھپیڑے سے کھڑکی کھل گئی اور اور اس کا پٹ زور سے بجنے لگا۔ کیٹی اٹھ کر کھڑکی بند کرنے لگی تو اسے نیچے شاہی باغ میں موسلا دھار بارش میں زرد زرد آنکھیں چمکتی ہوئی نظر آئیں۔ اس نے ناگ کو آواز دی۔

"ناگ! ادھر آ کر دیکھو تو ذرا"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ بھی کھڑکی میں آ گیا۔ کیٹی نے اسے درختوں کے پیچھے چمکتی ہوئی زرد آنکھیں دکھائیں تو اس نے کہا: "یہ تو کسی بلی کی آنکھیں ہیں اور کچھ نہیں ہے۔"

کیٹی نے کھڑکی کا پٹ بند کر کے کنڈی چڑھا دی۔

تھوڑی دیر ہی ہوئی ہو گی کہ باغ میں ایک ہلکی سی چیخ سنائی دی۔ یہ کسی بلی کی چیخ تھی۔

کیٹی نے کہا: "میرا خیال ہے اسی بلی کو کسی نے مار دیا ہے۔"

"اس وقت یہاں کون آ کر بلی کو مار سکتا ہے۔" ناگ نے کہا۔

کیٹی بولی: "مجھے یہ سب کچھ بڑا پراسرار لگ رہا ہے۔"

ناگ ہنسنے لگا: "نہیں تو اب ہر بات پر اسرار لگنے لگی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم اب تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤ۔ میں بھی کچھ دیر آرام کروں گا۔"

ناگ پلنگ پر لیٹ گیا۔ کیٹی اپنے پلنگ پر لیٹنے کی بجائے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی اور بولی۔

"ناگ بھیا! میں ذرا باغ میں ہو کر آتی ہوں۔ پتہ تو کروں کہ یہ بلی تھی یا کچھ اور تھا۔"

ناگ نے کہا: "ارے بھئی بلی کی چیخ کی آواز تھی اور کیا تھا تم کو تو خواہ مخواہ وہم ہو گیا ہے۔"

کیٹی بولی: "آخر نیچے جا کر پتہ کرنے میں کیا حرج ہے۔ میں ابھی آ جاتی ہوں واپس۔"

ناگ نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھئی تمہاری مرضی ہے۔ جاؤ۔"

کیٹی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ شاہی باغ میں گہرا اندھیرا تھا۔ بارش بھی ایک دم سے رک گئی تھی۔ کیٹی اندازے سے اس درخت کے پاس آئی جہاں اس نے بلی کی زرد آنکھیں اپنی طرف گھورتی دیکھی تھیں وہ جھک کر سبزے اور اندھیرے میں تک رہی تھی۔ اچانک اس نے ایک جگہ بلی کی لاش پڑی دیکھی اس کے سینے میں ایک خنجر دھنسا ہوا تھا اور اس کی زرد آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔ کیٹی سوچنے لگی کہ یہ خنجر کس نے بلی کو کو مارا ہے۔

وہاں تو کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ کیٹی نے بلی کے سینے سے خنجر باہر نکال لیا۔ خنجر کا نکالنا تھا کہ جیسے کسی نے کیٹی کی آنکھوں اور منہ پر پیچھے سے آ کر ہاتھ رکھ دیا اور کیٹی کو نہ کچھ نظر آتا تھا اور نہ وہ منہ سے آواز نکال سکتی تھی اس کا سارا جسم برف کی طرح ٹھنڈا پڑ گیا اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ وہ بے ہوش ہونے لگی اور گرتی چلی گئی۔ پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے اور اس کے ساتھ کیا گزر رہی ہے؟

جب کیٹی کو گئے کافی دیر ہو گئی تو ناگ پریشان ہو کر اٹھا۔ اس نے کھڑکی کھول کر باغ میں جھانکا۔ بارش بند ہو چکی تھی۔ سردی شدید تھی اور رات اسی طرح اندھیری تھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس نے کیٹی کو دو ایک آوازیں دیں مگر کوئی جواب نہ آیا وہ کھڑکی بند کر کے نیچے باغ میں آ گیا۔ درختوں میں سے گزرتے ہوئے اس کے پاؤں کسی شے سے ٹکرائے۔ اس نے جھک کر دیکھا۔ یہ ایک بلی تھی جس کے سینے میں خنجر دھنسا ہوا تھا۔ اور اس کی زرد آنکھیں باہر کو نکل آئی تھیں۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہ وہی زرد آنکھوں والی بلی ہے اور اس کو کسی نے خنجر پھینک کر مار ڈالا ہے۔

مگر سوال یہ تھا کہ کیٹی کہاں تھی؟ وہ باغ میں کسی جگہ پر بھی نہیں تھی۔ ناگ نے کیٹی کو ایک بار پھر آواز دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔ جہاں کیٹی بے ہوش ہو کر گری تھی۔ وہاں بھی کچھ نہیں تھا۔

ناگ نے واپس آ کر ایک بار پھر زرد آنکھوں والی مردہ بلی کو غور سے دیکھا۔ بلی مر چکی تھی۔ مگر اس کے سینے میں ابھی تک خنجر دھنسا ہوا تھا۔ اس نے بھی وہی کام کیا جو کیٹی نے کیا تھا۔ ناگ نے بلی کے سینے سے خنجر کھینچ کر باہر نکال لیا۔ جونہی اس نے خنجر باہر نکالا اسے ایک زبردست دھچکا سا لگا اور جیسے کسی نے اسے پیچھے سے دھکیل کر آگے گہرے کنوئیں میں گرا دیا۔ ناگ کی آنکھیں بند تھیں اور وہ دھڑام سے کسی گیلی جگہ پر گر پڑا۔

اس کے بعد ناگ کو بالکل ہوش نہ رہا۔

حبشی قاتل کی کھوپڑی

ناگ کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔ اسے پانی کے اندر دھندلی دھندلی جھاڑیاں نظر آنے لگیں جو اس کے سارے جسم کے ساتھ لپٹی ہوئی تھیں اور ان کے نوکیلے کانٹے اس کے جسم میں چبھے ہوئے تھے۔ ناگ نے ہلنا چاہا تو ہل نہ سکا۔ جھاڑیوں نے اسے بری طرح جکڑ رکھا تھا۔ ناگ نے دیکھا کہ اس کے جسم میں جہاں جہاں کانٹے چبھے تھے وہاں سے خون نکل رہا تھا۔ وہ کانپ اٹھا۔ یہ آدم خور جھاڑی تھی اور آہستہ آہستہ اس کا خون پی رہی تھی۔ اس نے ایک گہری سانس لیا اور سانپ کی شکل میں آ کر جھاڑیوں میں سے نکلنے لگا تو جھاڑیاں سکڑ گئیں اور سانپ کو دبوچنے اور اپنے شکنجے میں جکڑنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مگر ناگ بھی ایسی تیزی کے ساتھ ان کی گرفت سے آزاد ہو کر پانی کے اندر ہی اندر اچھل کر اوپر کو اٹھنے لگا۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ پانی میں کافی گہرائی میں اتر گیا تھا۔ جب اس نے اپنا سانپ والا سر پانی کی سطح سے باہر نکالا تو دیکھا کہ اس کے ارد گرد ویران سنسان پہاڑیاں کھڑی ہیں۔ اور وہ ایک کالے سیاہ رنگ کے پانی والی بہت بڑی جھیل کی سطح پر نکل آیا ہے جو ان پہاڑیوں کے درمیان گھری ہوئی ہے۔

ناگ بڑا حیران ہوا کہ یا خدا یہ کیا ماجرا ہے؟ وہ شہنشاہ ساری کے محل کے باغ میں بے ہوش ہونے کے بعد یہ کہاں اور کس جگہ پر نکل آیا ہے۔ یہ جھیل کونسی ہے؟ یہ کونسی پہاڑیاں ہیں اور کونسا ملک ہے؟ وہ پانی پر تیرتا ہوا جھیل کے کنارے پر آ گیا۔ یہاں اس نے دوبارہ انسانی شکل اختیار کی اور غور سے دیکھا کہ ارد گرد کی سنسان سوکھی کالی کالی پہاڑیوں کو تکنے لگا ان کے اوپر کوئی سبزہ کوئی درخت نہیں تھا۔

کہیں کوئی آبادی اور انسان نظر نہیں آتا تھا۔ کسی جگہ کوئی جانور یا پرندہ بھی نہیں تھا۔ جھیل کا کالا سیاہ پانی ساکت اور خاموش تھا۔ وہ جھیل کنارے بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ اچانک اپنے پاؤں پر کوئی شے چڑھتی محسوس ہوئی اس نے دیکھا کہ وہی آدم خور جنگلی بیل کی ایک شاخ جھیل کے پانی سے نکل کر سانپ کی طرح

بل کھاتی اس کے پاؤں پر چڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ناگ نے جلدی سے پاؤں کو جھٹک دیا اور اٹھ کر پرے چلا گیا۔ آدم خور بیل کی شاخ سانپ کی طرح رینگتی ہوئی واپس جھیل میں چلی گئی۔ ناگ اب ان پہاڑیوں میں سے باہر نکل کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کہاں پر آگیا ہے۔ اور یہ جگہ کونسی ہے۔ اس نے جھیل سے ہٹ کر پہاڑیوں کے درمیان سے دوسری طرف جاتے ہوئے ایک راستے پر چلنا شروع کر دیا۔ یہ راستہ آگے جا کر چڑھائی کی شکل اختیار کر گیا تھا چڑھائی چڑھتے چڑھتے ناگ پہاڑی کے اوپر آ گیا۔ یہاں دن کی روشنی بڑی پھیکی پھیکی تھی اور غروب ہوتے ہوتے سورج کو بادلوں نے اپنے اندر چھپا لیا ہوا تھا۔

ناگ نے پہاڑی کی طرف ایک میدان دیکھا جہاں کوئی درخت نہیں تھا دور ایک جگہ اونچی اونچی سوکھی جھاڑیوں کے درمیان ایک اونچا تکونا مینار سا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ کیا ہو سکتا ہے ناگ نے سوچا۔ چل کر معلوم کرنا چاہیئے۔ شاید یہاں کوئی رہتا ہو اور اس سے پتہ چل سکے کہ یہ کونسا ملک ہے اور کونسا زمانہ ہے؟ کیونکہ ناگ کو ایک شک یہ بھی ہو گیا تھا کہ وہ تاریخ میں اور پیچھے کی طرف نکل گیا ہے۔

وہ پہاڑی سے اتر کر میدان میں چلنے لگا۔ میدان کی مٹی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خشک اور سخت تھی لگتا تھا کہ یہاں بارش ہوئے بہت عرصہ گذر چکا ہے۔ وہ اونچی اونچی سوکھی جھاڑیوں کے پاس آ گیا۔ یہ جھاڑیاں بالکل سیدھی ستونوں کی طرح اوپر کو چلی گئی تھیں۔ ان کے درمیان کافی کھلی جگہ تھی جہاں ایک ڈھلانی چھت والی ویران کوٹھی تھی۔ جس کی کھڑکیوں کے اوپر جنگلی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ کوٹھی کے دروازے کی دہلیز کو بھی جنگلی گھاس نے ڈھانپ لیا ہوا تھا۔

یہ کوٹھی پرانے رومن زمانے کی کوئی خانقاہ لگتی تھی جہاں رومن سپاہیوں کے خوف سے بچ کر عیسائی لوگ شروع شروع میں چھپ کر خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی خانقاہ کے دروازے اور کھڑکیاں محرابی تھیں جیسے گرجا گھروں کی بعد میں ہوا کرتی تھیں۔ ناگ نے سوچا کہ اسے انسان کی شکل کی بجائے سانپ کی شکل میں اس خانقاہ کے اندر چل کر معلوم کرنا چاہیئے کہ یہاں کون رہتا ہے۔ کوئی رہتا بھی ہے کہ نہیں۔ کیونکہ اگر وہ انسان کی شکل میں اندر گیا تو ہو سکتا ہے اگر وہاں لوگ رہتے ہیں تو وہ اسے دیکھ کر چھپ جائیں۔

ناگ گہرا سانس بھر کر سانپ کی شکل میں آ گیا۔

اس بار ناگ ایک چھوٹے سے مٹیالے رنگ کے سانپ کی شکل میں ظاہر ہوا تھا جو زمین پر چلتے ہوئے بالکل زمین کے

نگ کے ساتھ مل جاتا تھا۔ اور دور سے اسے کوئی نہیں یکھ سکتا تھا۔

ناگ سانپ کی شکل میں رینگتا ہوا خانقاہ کے دروازے ے اوپر چڑھ کر ایک کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے پٹ کے پیچھے ے اندر چلا گیا۔ اس نے ساری خانقاہ میں رینگ کر دیکھا س خانقاہ کے چار کمرے تھے۔ جن میں سوائے ٹوٹے ھوٹے پرانے تختوں اور مونڈھوں اور کچھ مٹی اور لکڑی ے برتنوں کے اور کچھ نہیں تھا۔

اس سامان کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہاں ی سال سے کوئی انسان نہیں آیا۔ فرشوں پر گرد جمی ہوئی ی اور اس گرد پر مدتوں سے کسی جانور یا انسان کے پاؤں ے نشان نہیں پڑے تھے۔ ناگ رینگتا ہوا خانقاہ سے باہر ل آیا۔ یہاں وہ واپس انسان کی شکل میں آ گیا وہ ایک جگہ کان کی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ وہ ں ملک میں، کس شہر میں کس مقام پر آ نکلا ہے اور کیٹی کہاں ہوگی ر ماریا کا کیا بنا ہوگا؟ عنبر کہاں ہوگا؟ ناگ کے دماغ میں ی باتیں ایک ساتھ آ رہی تھیں۔ کبھی وہ ماریا کے بارے ں، کبھی کیٹی کے، کبھی عنبر کے بارے میں سوچتا۔ اور کبھی ی حالت پر غور کرنے لگتا کہ اس کے ساتھ یہ کیسا عجیب

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

طلسمی حادثہ گذر گیا ہے۔

اس بلی کے سینے میں دھنسے ہوئے خنجر میں کیا جادو تھا کہ اس کو باہر نکالتے ہی اسے دھکا لگا اور گہرائیوں میں گر کر بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو اس ویران جگہ پر نکل آیا۔ ضرور اس بلی پر کسی نے جادو کر رکھا تھا یا ہو سکتا ہے کہ وہ بلی کوئی جن بھوت یا چڑیل ہو۔ ناگ بیٹھا یہی سوچتا رہا اور سورج ڈوب گیا۔

سورج کے ڈوبنے کے بعد وہاں شام کا سرمئی سا اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا۔ پھر رات نے اپنی سیاہ چادر ہر شے پر ڈالنی شروع کر دی۔ ناگ بیٹھے بیٹھے تنگ آ گیا۔ اسے اپنی حالت پر غصہ بھی آنے لگا کہ اس نے خواہ مخواہ بلی کے سینے سے خنجر نکالا۔

ناگ نے محسوس کیا کہ وہ رات بڑی خاموش ہے۔ کسی قسم کی کوئی آواز کسی طرف سے بھی نہیں آ رہی تھی۔ نہ کوئی پرندہ بولتا تھا۔ نہ کوئی ٹڈا کہیں بول رہا تھا نہ کسی جھینگر کی آواز آ رہی تھی۔ ایسی قبر ایسی خاموشی چھائی تھی کہ ناگ بھی کچھ کچھ خوف سا محسوس کرنے لگا۔ اسے اپنے سانس کی آواز صاف صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس آواز کے سوا وہاں کوئی دوسری آواز نہیں تھی۔

اچانک آسمان پر بادلوں کے کالے ٹکڑے پہاڑیوں کے
پر سے ہو کر آنے لگے ان میں بجلی چمکنا شروع ہوئی۔
ر ساتھ ہی اس کی کڑک بھی گونجی۔ پھر ایکدم سے بارش
رع ہو گئی۔ ناگ جلدی سے اٹھا اور خانقاہ کے دروازے
سے اس کے اندر والے ویران کمرے میں آ کر کھڑکی
پاس کھڑا ہو کر باہر تکنے لگا۔ اس کھڑکی کا ایک پٹ
ٹ چکا تھا اور بارش کی بوچھاڑ اندر آ رہی تھی ناگ
کی کے پیچھے ہٹ کر ایک گرد سے بھرے ہوئے مونڈھے
بیٹھ گیا۔

پھر ناگ کو بارش کی آواز میں ایک اور آواز سنائی
۔ اس نے کان کھڑے کر کے غور سے اس آواز کو سننے
شش کی۔ دوسری بار پھر وہی آواز آئی تو ناگ نے محسوس
یہ کسی بلی کے بچے کے رونے کی آواز ہے جو بالکل انسان
بچے کی طرح لگ رہی تھی۔ آواز خانقاہ کے اندر کسی
ے سے آ رہی تھی۔

اگ اٹھا اور آواز کے تعاقب میں چلا۔ وہ بڑے کمرے
کل کر ساتھ والے کمرے میں آ گیا۔ یہاں بھی آواز
ی تھی۔ وہ باہر ایک برآمدے میں آ گیا۔ سامنے کچی صحن
جہاں بارش گر رہی تھی۔ بجلی چمکی تو ناگ نے دیکھا کہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

صحن کی دوسری جانب بھی ایک برآمدہ بنا ہوا ہے۔ بلی کے بچے کے رونے کی آواز اس برآمدے کی طرف سے آ رہی تھی۔ ناگ بارش میں سے گزر کر دوسرے سامنے والے برآمدے میں آ گیا۔ یہاں ایک کوٹھڑی کا دروازہ بند تھا۔ آواز اس کوٹھڑی کے اندر سے آ رہی تھی۔

ناگ نے بند دروازے کے ساتھ کان لگا کر سنا اندر سے کسی بلی کے بچے کے رونے کی صاف آواز آ رہی تھی۔ ناگ نے ذرا سا زور لگا کر دروازہ کھولنا چاہا۔ پھر خیال آیا کہ کیوں نہ وہ سانپ کی شکل میں اندر داخل ہو کر معلوم کرے کہ بات کیا ہے۔

ناگ نے گہرا سانس کھینچ کر چھوڑا اور وہ ایک بار پھر ایک کالے چھوٹے سانپ کی شکل میں آ گیا اور بند دروازے کے ایک چھوٹے سے سوراخ میں سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس آنکھوں میں اتنی تیز روشنی پڑی کہ اس کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ ناگ چونکہ سانپ تھا۔ اور اس کی آنکھ بند تو نہیں ہو سکتی تھیں مگر اس نے اپنی گردن پیچھے کر لی۔ جب دوبارہ گردن موڑ کر دیکھا تو اس کے سامنے ایک خوبصورت محل تھا جس کے باغ میں فوارے چل رہے تھے۔ درختوں پر پھول کھلے ہوئے تھے۔ سنگ مرمر کے

تخت جگہ جگہ سبزے پر بچھے تھے۔ محل کے دروازے پر ریشم کا بھاری پردہ گرا ہوا تھا۔ مگر وہاں کوئی آدم زاد نہیں تھا۔ درختوں پر کوئی پرندہ بھی گیت نہیں گا رہا تھا۔ آسمان پر بادل تھے مگر بارش نہیں ہو رہی تھی۔ ہوا بھی ساکن تھی فضا میں کسی پھول کی خوشبو بھی نہیں تھی۔ اگرچہ درختوں پر کتنے ہی پھول کھلے ہوئے تھے۔

ناگ یہ منظر دیکھ کر بڑا حیران ہوا اچانک وہ کہاں سے کہاں آ گیا ہے؟ اب نہ وہاں کوئی کالی کوٹھڑی تھی اور نہ کسی جانب سے کسی بلی کے بچے کی رونے کی آواز آ رہی تھی۔ ناگ سانپ ہی شکل میں تھا۔

اس نے سوچا کہ راز کا سراغ لگانا چاہیئے کہ یہ محل کس کا ہے اور یہاں کون رہتا ہے؟ وہ محل کے دروازے کی طرف رینگتا چلا گیا۔ سبزے اور سنگ مرمر کی روشوں پر سے گزر کر وہ محل کے دروازے میں سے گزرتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ محل کے فرش پر خوبصورت رنگین قالین بچھے ہوئے تھے دیواروں پر یونانی عورتوں اور مردوں کے بڑے بڑے مجسمے لگے ہوئے تھے۔ محل کے اس بہت بڑے ہال کمرے کے درمیان میں ایک حوض تھا جو پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ مگر اس کے اندر مچھلیاں نہیں تیر رہی تھیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ یہاں سے رینگتا ہوا سامنے والے دروازے کی طرف بڑھا۔ جہاں سرخ رنگ کے کمخواب کا بھاری پردہ لٹک رہا تھا پردے کے نیچے سے رینگتا ہوا ناگ دوسری طرف آیا تو اس نے دیکھا کہ یہ کسی ملکہ کی خواب گاہ کی طرح کا شاندار کمرہ ہے فرش پر قالین بچھے ہیں۔ مسہری لگی ہے۔ جس پر ریشمی چادریں پڑی ہیں اور سنبل کے ریشمی تکیے لگے ہوئے ہیں۔ ایسا لگتا تھا کہ ایک عرصہ سے اس بستر پر کوئی نہیں سویا تھا۔

ناگ ایک معمے کو حل کرنے آیا تھا اور یہاں ایک معمہ سامنے آگیا تھا۔

پلنگ کسی ملکہ یا شہزادی کا لگتا تھا۔ جس کے سرہانے کی طرف ایک بڑی ہی خوبصورت عورت کا مجسمہ کھڑا تھا جو شکل سے ہی کوئی یونانی دیوی لگ رہی تھی۔ ناگ نے قریب جا کر اسے غور سے دیکھا اور پھر انسانی شکل میں آگیا۔ کیونکہ مجسمے کے نیچے قدیم یونانی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا جسے ناگ سانپ کی شکل میں نہیں پڑھ سکتا تھا۔

اس نے پڑھا تو وہاں لکھا تھا۔

"سیفو۔۔ یونان کی حسین شہزادی جس پہ ایک خونخوار جادوگر عاشق ہو گیا"

ناگ نے سیفو کا نام سن رکھا تھا۔ اپنے شروع کے سفر

میں جب وہ عنبر اور ماریا کے ساتھ یونان کے زمانے میں سے گزر رہا تھا تو اس نے سیفو نام کی ایک شہزادی کا بہت ذکر سنا تھا۔ جو شاعرہ بھی تھی اور جس کا حسن بے مثال تھا اور جس کے بارے میں مشہور ہو گیا تھا کہ ایک منحوس سنگدل جادوگر اس پہ عاشق ہو گیا ہے اور اس نے اسے جھیل میں چھلانگ لگا کر خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ناگ نے سوچا کہ کیا یہ سیفو کا اصل محل ہے یا کوئی طلسمی کارنامہ ہے؟ اس نے بستر پر پڑے ہوئے باسی پھولوں کو اٹھا کر سونگھا پھول مرجھا کر سوکھ چکے تھے اور ان ذرا سی بھی خوشبو باقی نہیں رہی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ یونانی شہزادی شاعرہ سیفو کا پلنگ تھا اور وہ اس پہ ایک مدت سے نہیں سوئی تھی۔ اگر سوتی تو پھول اتنے زیادہ باسی نہ ہوتے۔ ناگ محل کے دوسرے کمروں میں آگیا۔ دوسرے کمرے بھی ویران اور خالی پڑے تھے۔ غسل خانے میں پانی کا حوض بھرا ہوا تھا۔ مگر وہاں کوئی انسان نہیں تھا۔ پانی کی سطح پر کائی جمی ہوئی تھی جو اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ ایک عرصے سے کسی نے اس غسل خانے میں غسل نہیں کیا ہے تو پھر یہ محل جادوئی محل ہوگا۔ ناگ سوچنے لگا

اس نے محل کے باغ میں آکر فواروں کو غور سے دیکھا۔ ان کا پانی ابل رہا تھا۔ مگر اس فوارے پر بھی زنگ لگا ہوا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ نے درختوں پر نگاہ ڈالی۔ یہ درخت بھی پلاسٹک کے لگ رہے تھے۔ مگر اصل درختوں سے زیادہ خوبصورت، زیادہ تر و تازہ اور زیادہ خوشگوار محسوس ہو رہے تھے۔ محل کے چاروں طرف ایک اونچی دیوار کھینچی ہوئی تھی۔ ناگ کو خیال آیا کہ اس دیوار کے دوسری طرف کیا ہے؟ یہ معلوم کرنا چاہیئے۔

اس نے دوبارہ ایک سانپ کی شکل بنائی اور دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف جھانکا۔ دوسری جانب پانی ہی پانی تھا۔ ایک وسیع کشادہ سمندر تھا جو محل کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ یہ کیا؟ ناگ نے سوچا۔ کیا یہ محل چاروں طرف سے سمندر میں گھرا ہوا ہے؟

ایسا ہی تھا۔ اس پُر اسرار بے آباد محل کے چاروں طرف سمندر تھا اور محل میں کوئی انسان تو کیا کسی پرندے کی بھی آواز نہیں آ رہی تھی۔ ناگ واپس محل کے باغ میں آکر انسانی شکل میں آ گیا۔ اس نے سارے کا سارا محل چل پھر کر دیکھ لیا۔ وہاں نہ کوئی آدم تھا نہ آدم زاد۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ آسمان کو سیاہ کالے بادلوں نے چھپا رکھا تھا مگر بارش نہیں ہو رہی تھی پھر دن کی روشنی پھیکی پڑنا شروع ہو گئی۔ سورج بادلوں کے پیچھے ڈوب گیا اور شام کا سرمئی اندھیرا پھیل گیا۔ محل میں بھی اندھیرا چھا گیا۔ یہاں بھلا چراغ جلانے اور شمع روشن کرنے والا کون تھا۔

ناگ محل کے باغ میں آکر اچھلتے ہوئے فوارے کے قریب ایک درخت کے نیچے بنچ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کا ذہن وہاں سے کسی طرح نکلنے کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ اگر وہ پرندہ بن کر وہاں سے اڑ بھی جاتے تو آگے سمندر ہے۔ خدا جانے یہ سمندر اسے کہاں پہنچا دے۔ یہ اسے سیفو کا نام پڑھ کر کچھ احساس ہو گیا تھا کہ شاید وہ یونانی دور میں نکل آیا ہے۔ سوچ سوچ کر جب ناگ کو کوئی ترکیب نہ سوجھی تو آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے عقاب کی شکل میں وہاں سے پرواز کر جانا چاہیئے۔ سمندر کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی ملک میں تو اسے پہنچا ہی دے گا۔ وہ عقاب کی شکل میں آنے کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ اچانک محل کے ایک اندھیرے کمرے میں روشنی جل اٹھی۔ ناگ نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ یہ روشنی سیفو کی خواب گاہ سے آ رہی تھی۔

ناگ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ روشنی کس نے کی ہے محل کی طرف بڑھا۔ پھر اسے خیال آیا کہ اسے انسانی شکل میں نہیں بلکہ سانپ کی شکل میں جانا چاہیئے۔ ناگ نے فوراً ایک بار پھر سانپ کی شکل اختیار کی اور رینگتا ہوا سیفو کے کمرے کی طرف آ گیا۔ روشنی کمرے کی کھڑکی پر جو ریشمی پردہ لگا تھا اس میں سے چھن چھن کر باہر آ رہی تھی۔ سوائے اس ہلکی ہلکی روشنی کے محل کے باغ اور سارے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

محل میں گہرا اندھیرا چھایا تھا۔ آسمان بھی کالے بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ ناگ نے دیوار پر رینگ کر کھڑکی میں سے اندر سر نکالا تو دیکھا کہ سیفو کے عالی شان پلنگ کے پیچھے شمع دان میں موم بتی جل رہی تھی۔ ناگ نیچے اترنے ہی لگا تھا کہ پلنگ کے پیچھے پڑا ہوا ریشمی پردہ سرسرایا۔ ناگ گردن اٹھا کر تکنے لگا۔

پردے کے پیچھے سے ایک زرد رنگ کا انسانی ہیولا نمودار ہوا اور شمع دان کے قریب پلنگ کے سرہانے آکر کھڑا ہو گیا۔ ناگ نے غور سے دیکھا تو اس انسانی ہیولے کی شکل سیفو کے مجسمے سے ملتی جلتی تھی۔ تو کیا یہ ہیولا سیفو کی روح تھی؟ ہیولا خاموش تھا اور ٹکٹکی باندھے اپنے مجسمے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں سناٹا تھا۔ پھر ناگ کو سانس لینے کی گہری آواز سنائی دی۔ جیسے انسانی ہیولے نے ٹھنڈی آہ بھری ہو ناگ کھڑکی کے پردے کے پیچھے سے گردن باہر نکالے سیفو کے ہیولے کو تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ سب کیا طلسم ہے؟ کہ اتنے میں اسے سیفو کے ہیولے کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز عورت کی تھی اور یوں لگ رہا تھا جیسے دور سے آ رہی ہے۔ اس نے کہا۔

"اندر آجاؤ۔ کھڑکی میں سے اتر کر اندر آجاؤ۔"

ناگ لرز سا گیا۔ اس انسانی ہیولے یا سیفو کی روح نے

ناگ کو دیکھ لیا تھا۔ شاید پہچان بھی لیا تھا۔ کیونکہ سیفو کی روح کی آواز سانپ کی آواز کے روپ میں ناگ کے جسم سے ٹکرا رہی تھی۔ ناگ نے سانپ ہی کی زبان میں پوچھا۔

"تم کون ہو؟ اور کیا چاہتی ہو؟"

سیفو کی روح نے کہا۔ "میں سیفو کی روح ہوں۔ تم پلنگ کے قریب آجاؤ۔"

ناگ خاموش ہو گیا۔ سیفو کی روح نے ناگ کو پہچان لیا تھا ناگ پلنگ کی پائینتی کی طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔ سیفو کی روح کا چہرہ دھندلا دھندلا تھا۔ مگر چہرے کے نقش نظر آرہے تھے وہ اداس تھی۔ اور اس نے اپنے جسم کو ایک سفید چادر سے ڈھانپ رکھا تھا۔ ناگ نے پوچھا۔

سیفو کی روح! تم اداس کیوں ہو۔ اور اس محل میں تم کس لئے آتی ہو؟"

سیفو بولی۔ "ناگ! میں ہر روز آدھی رات کے بعد اس محل میں آتی ہوں۔"

ناگ نے کہا۔ "لگتا ہے کہ تم ایک بے چین روح ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے"؟

سیفو نے کہا۔ "میں ایک بے چین روح ہوں۔ اس لئے کہ میں خود جھیل میں چھلانگ کر نہیں مری تھی۔ بلکہ مجھے قتل کر کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سمندر میں پھینکا گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی سیفو کی روح نے اپنے جسم کے گرد لپٹی ہوئی چادر ہٹا دی۔ ناگ یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ سیفو کے سینے میں خنجر گھسا ہوا تھا اور اس میں سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

"سیفو! تمہارے ساتھ ظلم ہوا۔ کیا تم اسی لئے بھٹک رہی ہو؟"

سیفو کی روح نے آہ بھری اور کہا۔

"ہاں ناگ! جس حبشی نے مجھے قتل کیا تھا اس کی لاش اسی محل کے قبرستان میں دفن ہے۔ جب تک مجھے اس کی کھوپڑی نہیں ملے گی میں قیامت تک اسی طرح بھٹکتی رہوں گی اور یہ خنجر میرے سینے میں چبھا رہے گا۔"

ناگ نے کہا۔" مجھے بتاؤ اس قاتل حبشی کی قبر کہاں ہے۔ میں تمہیں اس کی کھوپڑی لا کر دوں گا۔"

سیفو کی روح محل سے نکل کر اندھیرے باغ کے کونے میں آ گئی۔ یہاں ایک طرف گہرے سیاہ رنگ کے پتھروں کی ایک پرانی قبر بنی ہوئی تھی۔ سیفو کی روح نے اس قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔" یہ ہے اس حبشی قاتل کی قبر۔"

ناگ کہنے لگا۔" میں تمہیں ابھی اس قبر میں سے حبشی قاتل کی کھوپڑی نکال کر دیتا ہوں۔"

سیفو نے کہا۔" اگر تم نے میرا یہ کام کر دیا تو میں تمہیں ایک

ایسا انعام دوں گی جو تمہارے بہت کام آئے گا۔"

ناگ بولا۔" میں انعام کے لالچ سے نہیں بلکہ تمہاری تکلیف دور کرنے کے خیال سے یہ کام کروں گا۔"

اور ناگ نے قبر کے پتھروں کو ہٹا کر زمین کھودنی شروع کر دی۔ قبر بہت پرانی تھی اور مٹی بھر بھری ہو چکی تھی جس کی وجہ سے بہت جگہ قبر میں ایک گڑھا پڑ گیا اور حبشی قاتل کی لاش کی ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ ناگ نے دیکھا کہ قاتل مردے کی کھوپڑی مٹی میں آدھی سے زیادہ دھنسی ہوئی تھی اور صرف کھوپڑی کی ناک باہر تھی۔ ناک میں مٹی بھری ہوئی تھی۔ ناگ نے مٹی اِدھر اُدھر ہٹا کر کھوپڑی کو زمین کے اندر سے نکال لیا۔ کھوپڑی کے اندر سے مٹی نیچے گر رہی تھی ناگ نے کھوپڑی کو جھاڑ کر سیفو کی طرف بڑھایا اور کہا۔

"سیفو! کیا اسی کھوپڑی کی تمہیں ضرورت تھی؟"

سیفو نے کھوپڑی ہاتھ میں تھام لی اور کہا۔

"ناگ! تم نے وہ کام کیا ہے جس کے لئے ایک مدت سے بھٹکتی پھر رہی تھی۔ میں تمہیں اس کا انعام دوں گی۔"

سیفو کی روح نے اپنے قاتل کی کھوپڑی کو زمین پر رکھ کر اسے اپنے پاؤں سے کچل ڈالا۔ کھوپڑی کے اندر سے حبشی قاتل کی چیخ کی آواز نکلی جو تاریک رات کے سناٹے میں تھرتھراہٹ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے ساتھ گونج کر ڈوب گئی۔ اس کے ساتھ ہی سیفو کی روح کے چہرے پر اطمینان چھا گیا۔ اس نے مسکرا کر ایک گہرا سانس لیا اور اپنے سینے سے خنجر نکال لیا۔ اور پھر بولی۔

"آج سے پہلے میں اس خنجر کو کبھی اپنے سینے سے نہیں نکال سکتی تھی۔ اب میں آزاد ہوں اور مجھے کوئی تکلیف اور عذاب نہیں ہے۔ اگر کبھی تم اپنے آپ کو مصیبت میں گھرا ہوا پاؤ تو اس خنجر کو ہوا میں اچھال دینا۔ پھر اس خنجر کی کرامت دیکھنا"

ناگ نے خنجر لے کر جیب میں رکھ لیا اور کہا۔

"مگر سیفو! یہ بتاؤ کہ میں کس ملک میں ہوں۔ یہ جگہ کون سی ہے اور میں یہاں سے کس طرح باہر نکل سکتا ہوں؟ اور میرے ساتھ کیٹی بھی تھی۔ وہ بھی بے ہوش ہو کر گری تھی۔ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

سیفو کی روح نے کہا: "تم اس وقت رومن زمانے میں آ چکے ہو۔ عنبر تمہارا بھی اسی زمانے میں موجود ہے اور اس وقت ملک عراق کی طرف جا رہا ہے۔"

ناگ نے پوچھا: "اور کیٹی کہاں ہے؟"

سیفو کی روح بولی: "کیٹی بھی تمہارے ساتھ ہی رومن عہد میں داخل ہو چکی ہے۔ مگر وہ ـــــ"

اور سیفو کی روح خاموش ہو گئی۔ ناگ نے جلدی سے پوچھا۔

"تم خاموش کیوں ہو گئی ہو سیفو! مجھے بتاؤ کہ کیٹی کہاں ہے؟"

سیفو کی روح نے کہا: "کیٹی اس وقت شہر یروشلم کے ایک امیر سوداگر بن عمر کی حویلی میں ایک کنیز کی زندگی بسر کر رہی ہے اور وہ اپنی یادداشت بھول چکی ہے وہ تمہیں یا عنبر یا ماریا کو بالکل نہیں پہچانے گی۔ کیونکہ اسے کچھ یاد نہیں رہا کہ تم اس کے ساتھی ہو۔"

ناگ نے پوچھا: "کیا اس کی یادداشت واپس نہیں آ سکتی؟"

سیفو کی روح نے کہا: "صرف ایک شرط پر کیٹی کی یادداشت واپس آ سکتی ہے کہ اس علاقے کا مہاناگ جس کا رنگ نسواری ہے اور جس کے ہونٹوں پر سفید بالوں کی مونچھیں ہیں کیٹی کو چالیس دن رات کو آ کر ڈسے اور اس کے جسم میں صرف اتنا زہر داخل کرے کہ جس سے وہ مرے نہیں بلکہ بے ہوش ہو جائے اکتالیسویں روز جب کیٹی سو کر اٹھے گی تو اس کی یادداشت واپس آ چکی ہو گی اور وہ تم سب کو پہچاننا شروع کر دے گی اور اسے اگلی پچھلی تمام باتیں یاد آ جائیں گی۔"

ناگ نے کچھ پریشان ہو کر کہا: "لیکن سیفو! شاید تم نہیں جانتیں کہ مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے جس کی وجہ سے شیش ناگ کے فرمان کے بعد اب دنیا کا کوئی سانپ میرا حکم نہیں مانتا۔ مہاناگ کو کس طرح راضی کروں گا کہ وہ کیٹی کو چالیس دن تک رات کو آ کر ڈسے اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کے جسم میں تھوڑا سا زہر داخل کرے۔"

سیفو بولی۔" یہ تمہارا کام ہے۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی"

ناگ نے پوچھا۔" اچھا یہ بتاؤ کہ ماریا کہاں ہے؟ کیا وہ ابھی تک ۵ سو برس پیچھے سارے سس کے آتشکدے میں آگ کی دیوی کے روپ میں بیٹھی ہے؟"

سیفو نے کہا۔ مجھے یہ بتانے کی اجازت نہیں کہ وہ کس جگہ پر ہے۔ ہو سکتا ہے جب تم کیٹی کی تلاش میں یروشلم جاؤ تو ماریا سے بھی تمہاری ملاقات ہو جائے۔ اب میں اس سے زیادہ یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔ زمین کی دنیا میں میرا دم گھٹنے لگا ہے۔"

اور سیفو غائب ہو گئی۔

ناگ کھلی ہوئی قبر کے پاس رات کے گھپ اندھیرے میں کچھ دیر خاموشی سے کھڑا رہا۔ پھر محل کی دیوار کی طرف آیا کہ اس پراسرار محل کے قید خانے سے باہر نکلے اور کیٹی کو ڈھونڈھنے یروشلم بن حر کی حویلی میں جائے۔ جہاں وہ اپنی یادداشت کھو کر کنیز بن کر زندگی بسر کر رہی تھی۔ اس کے بعد ماریا کو کہیں تلاش کرے عنبر کے متعلق تو اسے سیفو کی روح نے بتا دیا تھا کہ وہ ملک عراق کی طرف جا رہا ہے۔

ناگ قبرستان کے کونے سے چلتا ہوا محل کی پرانی دیوار کے پاس آیا۔ اس دیوار کے پار سمندر وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔

لیکن اب جب اس نے ایک عقاب کی شکل بدل کر دیوار کے اوپر اڑ کر دیکھا تو دوسری طرف سمندر کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا اور سامنے دور تک ایک صحرا پھیلا ہوا تھا۔ آسمان پر بادل بھی غائب ہو گئے تھے اور ستارے چمک رہے تھے۔

ناگ نے ایک طرف اڑنا شروع کر دیا۔ صحرا کے اونچے نیچے ٹیلے چاروں طرف پھیلے ہوتے تھے اور موت ایسی خاموشی چھائی تھی۔ اڑتے اڑتے ناگ کو دن چڑھ گیا۔ سورج نکل آیا۔ اس کی روشنی میں ناگ نے دور ایک دریا کی چمکتی ہوئی سفید لکیر دیکھی۔ جس کے کنارے ایک اونچے ٹیلے پر ایک شہر آباد تھا۔ جس کی فصیل کے اندر مکانوں کی چھتیں اور کھجور اور زیتون کے درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے ناگ نے اس شہر کو پہچان لیا۔

یہ پرانے زمانے کا یروشلم تھا۔ رومن عہد کا یروشلم جب یہاں پر ایک رومن گورنر حکومت کرتا تھا اور عیسائیوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے جاتے تھے۔ اسی شہر میں گھوڑوں کا امیر سوداگر بن حر اپنی شاندار حویلی میں رہتا تھا جس کے گھر میں کیٹی کنیز بن کر گھر والوں کی خدمت کرتی تھی۔

ناگ اڑتے اڑتے شہر کی فصیل کے اندر چلا گیا اور ایک باغ کے درخت پر بیٹھ گیا اور نیچے دیکھنے لگا۔ اتفاق سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس وقت باغ میں درخت کے نیچے کوئی نہیں تھا۔ ناگ ٹہنی سے اتر کر نیچے گھاس پہ آکر بیٹھ گیا اور ایک پل میں انسان کی شکل بدل لی۔ سیفو کی روح کا خنجر اس کی جیب میں پڑا تھا۔

یروشلم کے بازار اور گلی کوچے اونچے نیچے تھے کئی جگہوں پر زمین میدان کی شکل کی تھی اور کئی جگہوں پر چڑھائی چڑھنی پڑتی تھی۔ دو منزلہ سہ منزلہ مکان پرانی طرز کے تھے اور ہر چوک میں کھجور کے درخت اگے تھے جہاں پانی کا ایک گول حوض بھی بنا ہوا تھا۔ گلیاں تنگ و تاریک اور ٹیڑھی میڑھی تھیں۔ کشادہ یعنی ذرا کھلے کھلے بازار بھی تھے جہاں دکانوں پہ ہر قسم کی چیزیں بک رہی تھیں۔ چوک میں منڈی تھی جہاں اونٹ بیٹھے جگالی کر رہے تھے اور گھوڑوں کے سوداگر گھوڑے فروخت کرنے کے لئے لائے ہوئے تھے اور عرب اور یہودی ان گھوڑوں کو دیکھ رہے تھے۔

ناگ نے ایک سوداگر سے پوچھا یہاں گھوڑوں کے سوداگر بن حر کی حویلی کہاں ہے؟ اس نے ناگ کی طرف دیکھ کر قہقہہ لگایا اور کہا۔

"تم مصری لگتے ہو۔ جب ہی تمہیں بن حر کی شاندار حویلی کا پتہ نہیں۔"

ناگ نے کہا۔ "تم نے ٹھیک پہچانا دوست! میں ملک مصر کا رہنے والا ہوں اور یہاں پردیسی ہوں۔"

اس آدمی نے گھور کر ناگ کو دیکھا۔

"میرا نام جبرجان الکندی ہے۔ اگر تم بیکار ہو تو بن حر کی حویلی سے ہو کر میرے ہاں چلے آنا۔ بس تمہیں کام پہ لگا دونگا میری حویلی شہر کے جنوب کی طرف دو کوس پہ ایک نخلستان میں ہے۔"

اور وہ قہقہہ لگاتا ہوا گھوڑوں کی طرف چلا گیا۔ ناگ نے دل میں کہا کہ کمال آدمی ہے۔ بن حر کا پتہ پھر بھی نہیں بتا گیا۔ بہرحال یہ پتہ ناگ کو بہت جلد معلوم ہو گیا اور وہ دو ایک بازاروں میں سے گزرنے کے بعد ایک شاندار حویلی کے بلند اور مضبوط لکڑی کے منقش دروازے کے باہر کھڑا تھا۔ دروازے کی دونوں جانب اونچے چبوترے تھے جن پہ پتھر کے بڑے بڑے گملے رکھے ہوئے تھے۔ ان گملوں میں زیتون کے بڑے بڑے پودے اگے ہوئے تھے۔ حویلی کے باہر کوئی پہرے دار غلام نہیں تھا۔ دروازے کے ساتھ چاندی کی زنجیر لٹک رہی تھی۔ اسکو اگر کھینچا جائے تو اندر گھنٹی بجنے لگتی تھی۔ ناگ نے خدا کا نام لیکر چاندی کی زنجیر کھینچ دی۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک بوڑھے ملازم نے دروازہ کھولا اور پوچھا۔

"کون ہو تم؟ کہاں سے آئے ہو؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

- ناگ نے کیٹی کو کس حالت میں دیکھا؟ کیا کیٹی کی یادداشت واپس آسکی۔
- ماریا کس عالم میں تھی اور ناگ کی اس سے کیسے ملاقات ہوئی؟
- عنبر کو عراق میں جانے کے بعد کیسے عجیب عجیب واقعات پیش آئے؟
- بن حُر کے ہاں کیٹی پر کیا گذری اور کیا چالیس راتوں تک کیٹی کو ڈسنے کے لئے مہاناگ راضی ہو سکا؟
- کیا سانپوں نے ناگ کا حکم مانا؟

ان سوالوں کے حیرت انگیز اور سپنس سے بھرپور جواب آپ کو عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط شرطوم سپیرا اور مہاناگ میں ملیں گے۔

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب کریں۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk